10تا16اپریل 2008ء/3تا9ربیع الثانی 1429ھ

www.tanzeem.org

اسلام کا نظام عدل اجتماعی

تقویٰ اور اُس کے تقاضے

گستاخ مغرب

......نظام کی تبدیلی

یوسف رضا گیلانی اور داستان یوسفؑ

جنرل رضا خان کے کارنامے

سونے کا کرتہ

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

مکمل اور دائمی شریعت

محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اوران کی لائی ہوئی شریعت ہر اعتبار سے مکمل اور ہر دور کے لئے واجب العمل ہے۔شریعت کے احکام ہر قسم کے نقص سے پاک ہیں۔ ان کو استعمال کر کے شخصی معاملات کو بھی سنوارا جا سکتا ہے، ادارے اور تنظیمیں بھی چلائی جاسکتی ہیں اور بین الاقوامی معاملات بھی طے کیے جاسکتے ہیں۔

اسلامی شریعت کسی ایک وقت، کسی ایک دَور یا کسی ایک زمانے کے لیے نہیں بلکہ رہتی دنیا تک ہر وقت، ہر دور اور ہر زمانے کے لیے مشعلِ راہ ہے۔شرعی احکام اس طرح وضع کیے گئے ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اِن کی تروتازگی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور بدلتے ہوئے حالات کے زیر اثر ان بنیادی قواعد وضوابط میں کسی تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ یہ قواعد وضوابط اتنے ہمہ گیر ہیں کہ کوئی بھی نئی صورتِ حال ان کے دائرہ کار سے باہر نہیں رہ سکتی۔

عبدالقادر عودہ شہیدؒ

الہدیٰ (316)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ الانعام

(آیت:110)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴾

''اور ہم اُن کے دلوں اور آنکھوں کو اُلٹ دیں گے (تو) جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (ویسے پھر نہ لائیں گے) اور اُن کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔''

آیت نمبر 110 جو ساتویں پارے کی آخری آیت ہے، بڑی اہم ہے، اور ہم اُن کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے کیونکہ وہ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے تھے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھنے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو جو صلاحیتیں دی ہیں، اگر وہ ان کو استعمال کرتا ہے تو وہ صلاحیتیں نشوونما پاتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر وہ اپنی کسی صلاحیت سے فائدہ نہیں اٹھاتا بلکہ معطل کر دیتا ہے تو وہ صلاحیتیں ہی ختم ہو جاتی ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص اپنی آنکھوں پر مسلسل چند ماہ تک پٹی باندھ لے تو اُس کی بصارت غائب ہو جائے گی۔ اگر جسم کے کسی جوڑ پر کئی ماہ تک پلاسٹر لگا رہے تو اُس جوڑ کی حرکت ختم ہو جائے گی۔ غرض اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیت سے اگر فائدہ نہ اٹھایا جائے گا تو صلاحیت آہستہ آہستہ زائل ہو جائے گی۔ انسان کے اندر دوسری صلاحیتوں کی طرح حق کو پہچاننے کی ایک باطنی صلاحیت ہوتی ہے۔ اگر انسان پہلی مرتبہ حق منکشف ہو جانے پر تعصب، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دے تو حق شناسی کی یہ باطنی صلاحیت دب جاتی ہے۔ اگر پھر کہیں حق کی کوئی چنگاری سی روشن ہو جائے تو اُس کا اثر بہت کم ہوگا اور ہوتے ہوتے حق شناسی کی یہ صلاحیت بالکل ہی ختم ہو جائے گی۔ اسی بات کو سورۃ البقرہ میں ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰى سَمۡعِهِمۡ‌ؕ وَعَلٰٓى اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ﴾ کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ انسان ضد اور تعصب کی بنا پر حق سے اعراض کرتے ہوئے اس انتہا کو پہنچ جاتا ہے جسے point of no return کہتے ہیں۔ یہاں تک آگے نکل جانے کے بعد واپسی کا کوئی امکان نہیں رہتا۔ یہ ہے مہلت ختم ہونے کا وقت کہ انسان یہاں پہنچ کر شرافت کے ساتھ retreat بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسا ایک حد تک ہی ممکن ہوتا ہے۔ یہاں واضح کیا کہ جب ان لوگوں پر جب پہلی مرتبہ حق منکشف ہو گیا تھا اگر اُسے فوراً مان لیتے تو اِس میں اِن کی بھلائی تھی۔ اب جو نہیں مانا تو ہم ان کے دلوں کو الٹ دیں گے، اگر سو معجزے بھی دیکھ لیں گے تو ایمان نہیں لائیں گے۔ ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ وہ اپنی سرکشی کے اندر بڑھتے چلے جائیں۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

استغفار کی برکتیں

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنۡ لَزِمَ الۡاِسۡتِغۡفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنۡ كُلِّ ضِيۡقٍ مَخۡرَجًا وَّمِنۡ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہمیشہ استغفار (اللہ سے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا) کرتا رہے، اللہ ہر قسم کی تنگی سے نکلنے کی راہ اس پر کھول دے گا اور ہر غم و فکر سے اسے نجات بخشے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عنایت فرمائے گا جس کا اسے وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔''

تشریح: ''استغفار'' کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس گناہ کو بالکل ترک کر دے جس کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کر رہا ہے۔ جو شخص گناہ پر اصرار کے باوجود استغفار کرتا ہے، وہ اپنے رب سے مذاق کرتا ہے۔ استغفار کو ہمیشہ اپنانے کے معنی یہ ہیں کہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر برابر نگاہ رکھے۔ پورے شعور اور عاجزی کے ساتھ ایک سو بار روزانہ اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہے۔ اس سے ہر قسم کی تنگی اور مصیبت سے نکلنے کی راہ پیدا ہوگی، ہر طرح کے غم و اندوہ سے نجات ملے گی یعنی دل میں سکون اور اطمینان پیدا ہوگا۔

حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں یکے بعد دیگرے چار آدمی حاضر ہوئے۔ ایک نے قحط سالی کی شکایت کی۔ دوسرے نے اپنی تنگدستی اور محتاجی کا شکوہ کیا۔ تیسرے نے کہا، حضرت! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بیٹا عطا فرمائے۔ چوتھے نے عرض کیا، میرا باغ سوکھ گیا ہے۔ آپؒ نے ہر ایک سے کہا کہ ''اللہ سے استغفار کرو۔''

"تا خلافت کی بناء دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد	10 تا 16 اپریل 2008ء	شمارہ
17	3 تا 9 ربیع الثانی 1429ھ	15

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 250 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا---------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی: تقدیر مبرم

ایمان اور عقیدے کے معاملے میں عقل کی حیثیت یقیناً ثانوی ہے، لیکن اسے غیر ضروری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ ایمان بالغیب میں بھی عقل کو مکمل طور پر بے دخل نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ اور آخرت پر ایمان ایمان بالغیب کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر عقل کا اِس سے رتی بھر تعلق بھی نہ ہوتا تو اللہ رب العزت اپنی آخری کتاب میں صرف یہ حکم صادر فرما دیتا کہ میں واحد خالق ہوں میں قادرِ مطلق ہوں اور میں کہتا ہوں کہ آخرت میں انسان کا احتساب ہوگا۔ یقیناً اللہ نے ایسا ہی کیا لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اپنی کتاب میں انسانی عقل کو بار بار Strike کیا، غور و فکر کی دعوت دی، آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنے کو کہا کہ اِس میں کسی کمی کی نشاندہی کرو۔ کائنات پر غور کرو، خود اپنی ساخت اور پیدائش پر غور کرو۔ ظاہر ہے غور و فکر کے لیے عقل درکار ہے لیکن (اور یہ بہت بڑا لیکن ہے) ایمان کا انحصار عقل پر نہیں ہوگا۔ ایمان درحقیقت رب کائنات کے حکم کے سامنے جو انسان کو رسولِ وقت کے ذریعے پہنچے بلا تاخیر اور بلا حیل و حجت سرِ تسلیم خم کرنے کو کہتے ہیں۔ یاد رہے، حضور ﷺ کی رسالت آپ کی بعثت سے لے کر قیامِ قیامت تک ہے۔ ایمان پر عقل کی مہرِ تصدیق ثبت کرنا قطعی غیر ضروری ہے لیکن عقل اگر اِس کی تصدیق کرے اور اِس کے لیے دلائل لائے تو یہ سونے پر سہاگہ ہے۔ چودہ سو سال پہلے جب قرآن میں تمام سیاروں کا اپنے محور کے گرد گھومنے یا تیرنے کا ذکر آیا تو یہ خالصتاً ایمان کی بنیاد پر ایک حکم کے تسلیم کرنے کا معاملہ تھا لیکن آج سائنس نے اِسے صدفی صد درست ثابت کر دیا۔ اب ہر عاقل اس کو تسلیم کرتا ہے۔ آج اِس کتابِ زندہ کو کوئی الہامی تسلیم نہیں کرتا تو بدقسمتی اور بدبختی کس کی ہے؟

ہم نے ایمان اور عقل کا ذکر کسی فلسفیانہ بحث کے آغاز کے لیے نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حکم الٰہی ہو یا فرمودہ رسول ﷺ ہمارے اسلام اور ایمان کی اصل بنیاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ قیامت سے پہلے ایک مرتبہ تمام دنیا پر اسلام کا غلبہ ہوگا۔ ظاہری حالات کچھ بھی ہوں، آپ نے فرمایا ہے تو یقیناً ایسا ہوگا۔ یہ اُس سے زیادہ یقینی ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور کانوں سے سنتے ہیں۔ غور و فکر کی ضرورت ہے، عقل بھی اس کی کچھ نہ کچھ نشان دہی کر رہی ہے۔ نبی اکرمؐ نے جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کو غلبہ دیا۔ صحابہ کرامؓ نے اِسے دوسرے براعظموں تک وسعت دی۔ پھر خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوئی۔ دوسری اقوام کی طرح مسلمانوں میں بھی حاکم اور محکوم کی تقسیم ہوئی۔ حکمران خادم کی بجائے مخدوم بن گئے۔ فرانس کے انقلاب نے عوامی حکومت کا تصور دیا۔ حکمران عوام کے ووٹ کے محتاج ہو گئے۔ اِس طرزِ حکومت میں اگرچہ خوبیاں تھیں مثلاً فرد کی بجائے ادارے اہم ہو گئے۔ حکمرانوں کو ہر چار یا پانچ سال بعد عوام کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، لہٰذا عوام کو حیوان سے بدتر سمجھنے کا طرزِ عمل ختم ہو گیا لیکن اس نسبتاً بہتر طرزِ حکومت کو سرمایہ دار نے اچک لیا۔ پھر یہ کہ آزادی کے نام پر بے حیائی اور بیہودگی کو عام کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں پارلیمنٹ کو اتنا اختیار دے دیا گیا کہ چاہے تو خدائی قانون کو بدل دے، چاہے تو دو مردوں یا دو عورتوں کو شادی کی اجازت دے کر فطرت انسانی کو مسخ کر دے۔ بہر حال جمہوریت پر سرمایہ داری کی چھاپ لگ گئی۔ پھر سرمایہ دارانہ ذہنیت کے خلاف ردعمل میں 1917ء کا بالشویک انقلاب آیا، لیکن انٹرنیشنل سرمایہ داروں کا بڑا اجتماع اِس انقلاب کو ستر سال میں نگل گیا۔

اب پھر دنیا میں سرمایہ دارانہ جمہوریت کا بگل بج رہا ہے۔ امریکہ ان کا سرغنہ ہے اور یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ تاریخ میں جن سپر قوتوں کا ذکر ملتا ہے عسکری لحاظ سے ان میں سے امریکہ جیسی خوفناک اور ہلاکت خیز کوئی بھی نہ تھی۔ وہ چند سیکنڈ میں تمام معلوم دنیا کو راکھ کا ڈھیر بنا سکتا ہے، لیکن یہ مست ہاتھی عراق اور افغانستان کی دلدل میں پھنس چکا ہے۔ امریکہ کی معیشت زوال پذیر ہے اور وہ دنیا میں سب سے زیادہ مقروض ملک ہے۔ سماجی لحاظ سے معاشرہ تباہ ہو چکا ہے۔ اخلاقی لحاظ سے امریکہ دیوالیہ ہو چکا ہے۔ عسکری قوت بے پناہ ہے، لہٰذا ٹیکنالوجی کی بنیاد پر وہ تباہی و بربادی تو بہت پھیلا سکتا ہے لیکن فوجی مرنے سے ڈرتا ہے۔ قبضہ کرنا آسان اور قائم رکھنا مشکل ہے۔ لہٰذا امریکہ کا زوال بھی اب نوشتۂ دیوار ہے۔ انسان جو مختلف نظاموں کے درمیان فٹ بال بنا ہوا ہے، عقل یہ کہتی ہے کہ اب اِس کے لیے اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کو اپنانے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ باقی تمام تجربات بُری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ قربِ قیامت اسلام کا نفاذ ←

صادق المصدوق کی پیش گوئی ہے، لہٰذا یہ تقدیر مبرم ہے لیکن اب عقل کو بھی کچھ روشنی نظر آ رہی ہے۔ تو پھر کتنے خوش قسمت اور خوش بخت ہیں وہ لوگ جو دینِ اسلام کی اقامت کے لیے سعی و جہد کر رہے ہیں اور کتنے بدقسمت اور بدبخت ہیں جنھوں نے موجودہ نظامِ باطل میں لوٹ مار کو زندگی کا مقصد اور حاصل بنایا ہوا ہے۔ امتِ مسلمہ زمین پر اللہ کی نمائندہ ہے۔ افرادِ امت محض ارکانِ اسلام پر اکتفا نہ کریں، بلکہ یہ اُن کا فرض ہے کہ اسلام کے غلبہ کے لئے اپنا تن من دھن لگا دیں۔ ہم قارئین کی خدمت میں کلام پاک کی سورۃ الکہف کی آیات 103، 104 کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

" اے نبی ﷺ ان سے کہو، کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی جہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔"

ڈاکٹر ذاکر نائیک
کے خطابات کی DVDs

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کی ہدایت پر جناب ڈاکٹر ذاکر نائیک سے ان کے خطابات کے ماسٹر منگوائے گئے ہیں اور درج ذیل موضوعات پر DVDs تیار کر لی گئی ہیں:

(1)	کیا قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے
(2)	اسلام کے متعلق غلط فہمیاں
(3)	عالمی بھائی چارہ
(4)	IF THE LABEL SHOWS YOUR INTENT...., WEAR IT.
(5)	IS NON VEGITARIAN FOOD PERMITTED OR PROHIBITED FOR A HUMAN BEING?
(6)	SIMILARITIES BETWEEN HINDUISM AND ISLAM (CHENNAI PROGRAM)
(7)	SIMILARITIES BETWEEN HINDUISM AND ISLAM (MUMBAI PROGRAM)
(8)	TERRORISM & JIHAD: AN ISLAMIC PERSPECTIVE
(9)	CONCEPT OF GOD IN MAJOR RELIGIONS
(10)	MEDIA AND MUSLIMS
(11)	PEACE VISION OF ISLAM
(12)	QURAN & MODERN SCIENCE CONFLICT OR CONCILIATION?
(13)	QURAN & BIBLE IN THE LIGHT OF SCIENCE
(14)	UNIVERSAL BROTHERHOOD
(15)	IS TERRORISM A MUSLIM MONOPOLY?

ہر موضوع ایک DVD میں مکمل۔ 15 موضوعات 15DVDs میں

قیمت فی DVD -/70 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)**

تنظیم اسلامی کے حلقہ جات، مقامی دفاتر اور انجمن ہائے خدام القرآن اپنے آرڈر سے مطلع فرمائیں۔

**(i) منی آرڈر/ڈرافٹ ارسال کرنے والے اصحاب مزید -/40 روپے ڈاک خرچ ارسال فرمائیں۔ (ii) بذریعہ VPP منگوانے والے اصحاب کو مزید -/90 روپے ڈاک خرچ ادا کرنے ہوں گے۔ (iii) بیرون لاہور سے تعلق رکھنے والے حضرات چیک ارسال نہ فرمائیں۔

مکتبہ خدام القرآن لاہور

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 5869501-3

email : maktaba@tanzeem.org

گوشۂ اقبال

الارضُ لِلّٰہ

(بالِ جبریل)

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون!
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار؟
خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نُورِ آفتاب؟
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب؟
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب؟
دِہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں!
تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں!

چار اشعار پر مشتمل اِس مختصر نظم کا بنیادی موضوع زمین کی ملکیت کا مسئلہ ہے۔ احکامِ قرآنی اور تعلیماتِ اسلامی کے حوالے سے اقبال کہتے ہیں کہ زمین کا مالک زمیندار اور جاگیردار نہیں، بلکہ خدائے ذوالجلال ہے، اور جو کاشتکار اپنی محنت سے اُس کی آبیاری کر کے فصل اُگاتا ہے، وہ محض ذاتِ باری تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔ زمینداروں اور جاگیرداروں کو، جنھوں نے تمام زمینوں پر اپنی اجارہ داری کر کے مزارعین اور کاشت کاروں کو اپنا غلام بنایا ہے کوئی حق نہیں کہ اِن لوگوں کی خون پسینے کی کمائی سے اپنی تجوریاں بھرتے رہیں اور پھر عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں۔ اقبال زمین داری اور جاگیرداری کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسی لیے انہوں نے یہ انقلاب آفریں شعر کہا ہے جس کا جواب سارے اُردو ادب میں نہیں ہے:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

1 اقبال زمینداروں اور جاگیرداروں سے استفسار کرتے ہیں کہ براہ کرم اتنا تو بتا دو، کہ وہ کون ہے جو زمین میں ہل چلا کر فصل اگانے کے لیے بیج ڈالتا ہے اور اس عمل کے لیے کس نے اُسے اتنی صلاحیت عطا کی ہے۔ پھر اِس بیج کی پرورش کون کرتا ہے اور وہ کون ہے جو دریاؤں اور سمندروں کے وجود سے پانی کشید کر کے بادلوں میں محفوظ کرتا ہے اور پھر ان اُگتی ہوئی فصلوں کو تازگی اور نشوونما کے مراحل سے گزارتا ہے۔

2۔ اور اِس سوال کا جواب بھی دیں کہ ان فصلوں کی پرداخت کے لیے پچھم سے جو ہوائیں آتی ہیں، وہ کس کے حکم سے آتی ہیں؟ یہ زمین کس کی ہے، اور سورج جو روشنی فراہم کرتا ہے، کس کے حکم سے کرتا ہے۔

3۔ وہ کون سی قوت ہے جو وقتاً فوقتاً موسموں میں بھی تبدیلی لاتی ہے اور گندم کی فصل پکنے پر اس کے سنہری خوشے موتیوں جیسے دانوں سے بھر دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

4۔ اقبال نے پوری نظم کا مطلب آخری شعر میں خود بیان کر دیا ہے یعنی اے زمیندار! یہ زمیں نہ تیری ہے نہ تیرے باپ دادا کی ہے، اور نہ میری ہے، بلکہ اللہ کی ہے، اور جو شخص کسی قطعۂ زمین میں ہل چلاتا ہے اور اپنی قوتِ بازو سے دانہ اگاتا ہے، وہی اُس پیداوار کا مالک ہے۔

تقویٰ اور اُس کے تقاضے

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے 28 مارچ 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! پچھلے جمعہ کو میں حاضر نہیں ہو سکا تھا، اس سے پہلے یہ مضمون ہمارے ان اجتماعات میں زیر گفتگو تھا کہ پاکستان کے حالات کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بہت ہی خوفناک صورتحال سے بچایا ہے۔ حالیہ الیکشن کے بعد کے حالات و واقعات میں ایک اُمید کی کرن نظر آتی ہے۔ اس سے پہلے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے لیے شاید مہلت عمل اب ختم ہوگئی ہے۔ اسی لیے انتخابات سے بھی لوگ مایوس تھے۔ بہرحال الیکشن کے نتائج سے ہمیں پھر روشنی کی کرن نظر آنے لگی ہے۔ یہ دراصل اللہ کی جانب سے ہمیں مہلت ملی ہے، ہمیں چاہیے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس کے لیے پہلے یہ تشخیص کرنا ہوگی کہ ہمارے حالات خراب کیوں تھے۔ قرآن وسنت کی واضح تعلیمات کی روشنی میں جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اگر اس دنیا میں اللہ کے وفادار بن کر رہیں، اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ سے وفاداری کے تقاضے پورے کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت دنیا میں بھی ضرور اُن کے شامل حال ہوتی ہے، اور انہیں عزت و کامرانی حاصل ہوتی ہے اہل ایمان سے اللہ کا یہ وعدہ ہے:

﴿ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

(آل عمران:139)

”اگر مومن ہوئے تو تم ہی سربلند ہوگے۔“

لیکن جب مسلمان اُمت جو اس زمین پر اللہ کی نمائندہ ہوتی ہے، اللہ کے دین سے بے وفائی اور غداری کرے تو اللہ کی سنت یہ ہے کہ اُس پر دنیا میں ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اسی کے مظاہر ہم ساٹھ سال سے بھگت رہے ہیں۔ اِس صورتحال کا علاج کیا ہوگا؟ سیدھی سی بات ہے کہ جب تشخیص یہ ہے تو علاج بالکل واضح ہے یعنی جس جرم کی ہمیں سزا مل رہی ہے ہم اس جرم سے تائب ہو جائیں، اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کریں، اپنا قبلہ درست کریں اور آئندہ طے کریں کہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے ساتھ وفاداری کی زندگی گزاریں گے۔ اگر واقعی اس مہلت سے فائدہ اٹھانا ہے تو یہ راستہ ہے جس کے تقاضوں میں سب سے پہلے سچی توبہ ہے۔ سابقہ خطاؤں پر استغفار کرو، پروردگار ہم سے کوتاہی ہوئی، اب تیرے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، تقویٰ کی زندگی گزارو۔ قرآن بار بار کہتا ہے

﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

(الانفال:1)

”اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اگر واقعتا مومن ہو۔“

> ”اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا اُس کا ٹھکانا بہشت ہے۔“ (القرآن)

یعنی اگر ایمان کے دعویدار ہو تو پھر اطاعت سے مفر نہیں ہے۔ تمہارے پاس کوئی اور چوائس ہے ہی نہیں۔ اگر معاملہ یہ ہو کہ ایمان تو اللہ، رسول اور آخرت پر ہے لیکن یہ سمجھو کہ چلیں گے اپنے نفس کی خواہشات کے مطابق، جو جی میں آئے گا وہ کریں گے، جس میں فائدہ نظر آئے گا وہ کریں گے، جس شے میں دنیا کی منفعت نظر آئے گی اس کی طرف بڑھیں گے تو ظاہر ہے پھر اللہ کا عذاب ہی ایسے لوگوں کا مقدر ہے۔ اگر اللہ کی دی گئی مہلت سے فائدہ اُٹھانا ہے تو ہمیں اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اللہ اور رسول کی اطاعت اختیار کرنا ہوگی۔ تقویٰ کی روش اپنانا ہوگی۔

پچھلے جمعہ میں نے عرض کیا تھا، کہ قرآن ہر مسلمان سے یہ تقاضا بار بار کرتا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ آج ہماری گفتگو کا موضوع یہی ہے کہ قرآن کی اس اہم اصطلاح کا کیا مطلب ہے۔ قرآن میں بے شمار مرتبہ تقویٰ کی تاکید آئی ہے۔ اس ضمن میں قرآن کی حد درجہ اہم آیت یہ ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ﴾

(آل عمران:102)

”اے اہل ایمان! اللہ کا اتنا تقویٰ اختیار کرو، جتنا کہ تقویٰ کا حق ہے۔“

اسی طرح سورۂ حشر میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (آیت:18)

”اے اہل ایمان اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہر شخص اس بات کا خیال رکھے (جائزہ لے) کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان آگے بھیجا ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے رہو۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو“۔

یہ بار بار مجھ سے اور آپ سے تقویٰ کا جو تقاضا کیا جا رہا ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟ کیا خاص قسم کا کوئی لباس پہن کر ہاتھ میں تسبیح لے کر بیٹھ جانا تقویٰ ہے؟ تقویٰ کے تقاضوں کو کیسے پورا کیا جائے؟ میں کیا کام کروں کہ رب کے حضور کہہ سکوں کہ ہاں، پروردگار تیرے اس حکم پر میں نے عمل کیا تھا۔ تقویٰ کا ہم عام طور پر ترجمہ کرتے ہیں کہ ”اللہ سے ڈرنا“۔ یہ ترجمہ غلط تو نہیں ہے، لیکن اس کے مفہوم کو پورے طور پر بیان نہیں کر رہا۔ تقویٰ کا ایک لغوی مفہوم ہے، لیکن دین کی اصطلاح کے طور پر تقویٰ کا ایک اپنا مفہوم ہے جو قرآن مجید نے اس کے استعمالات کے ذریعے معین کیا ہے۔ تقویٰ کے لغوی معنی ہیں بچنا۔ اِس کا مادہ وقی ہے۔ جب اس مادہ کا مختلف ابواب میں استعمال ہوتا ہے تو پھر اس کے مفہوم میں کچھ تغیر ہونا شروع ہوتا ہے۔ کوئی خاص جہت add ہونا شروع ہوتی ہے۔ تقویٰ کا روٹ یا

مادہ (وقی) جب ثلاثی مجرد میں آتا ہے، تو اِس کا مطلب ہوتا ہے "بچانا"۔ اس معانی میں یہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے

﴿ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ٥﴾

(الدخان:56)

"اور وہ پہلی دفعہ مرنے کے سوا (کہ مر چکے تھے) موت کا مزا نہیں چکھیں گے۔ اللہ ان کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا"۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (آل عمران:16)

"(اے ہمارے پروردگار) بچالے ہمیں جہنم کے عذاب سے"۔

جب یہ مادہ اتقیٰ یتقی کی شکل میں ثلاثی مزید فیہ کے باب افتعال میں آتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے خود کسی شے سے بچنا۔ قرآن میں اس کے استعمالات کی کچھ مثالیں یہ ہیں۔

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ٥﴾

(آل عمران:131)

"اس آگ سے بچو جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے"

اب یہاں اگر ہم ترجمہ کریں بچو اس آگ سے تو ساتھ یہ مفہوم بھی ہے ڈرو اس آگ سے، جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے۔ اسی معانی میں قرآن میں اس لفظ کا استعمال آیا ہے۔

[redacted]

سورۃ البقرہ میں فرمایا: (آیت:281)

"ڈرو اس دن سے جس دن اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔"

یہاں تقویٰ کے معنی میں ڈرنے کا مفہوم غالب آ گیا۔ اسی اعتبار سے بالعموم "اتقوا اللہ" کا ترجمہ "اللہ سے ڈرو" کر دیا جاتا ہے۔ مگر یہ ڈرنا اس معانی میں ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو، اس کے غضب سے ڈرو، ایسے کام نہ کرو کہ جن سے اللہ ناراض ہو جائے، اللہ کا خوف کرو، اللہ کو ناراض کرنے سے بچو، اللہ کے عذاب سے بچو۔ لہٰذا التقویٰ کا مفہوم ہوگا، ایسے تمام کاموں سے بچنا جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ وہ کام جن کے سبب اللہ کا عذاب آ جائے، ان سے بچنا۔ حضرت اُبی ابن کعبؓ نے تقویٰ کی بہت عمدگی سے وضاحت کی ہے۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے اپنی مجلس شوریٰ میں یہ بات رکھی کہ اتقوا اللہ کا حقیقی مفہوم ہمیں معلوم ہونا چاہیے۔ وہ سمجھتے تو تھے کہ تقویٰ سے مراد کیا ہے لیکن اس کو ذرا واضح کیا جائے۔ مختلف صحابہ کرامؓ نے اپنی آراء دیں۔ ایک بہت ہی جلیل القدر صحابی اُبی ابن کعبؓ ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "قرآن کے سب سے بڑے قاری اُبی ابن کعب ہیں۔" جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ ایک جنگل کا تصور کیجیے، جس میں کانٹے دار جھاڑیاں ہوں۔ اس جنگل میں سے اگر کسی شخص کو گزرنا ہے تو وہ وہاں سے گزرتے ہوئے کیا کرے گا، جبکہ اُسے یہ اندیشہ ہو کہ کہیں کانٹے نہ چبھ جائیں۔ وہ اپنے دامن کو سمیٹتے ہوئے اور پھونک پھونک کر قدم رکھے گا۔ ایک ایک قدم رکھنے سے پہلے دیکھے گا کہ آیا کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔ یہی تقویٰ ہے۔ یہ دنیا بھی ایک راہ گزر ہے۔ اس سے گزرتے ہوئے آدمی ہر وقت یہ دیکھے کہ کہیں اللہ کا کوئی حکم ٹوٹ تو نہیں رہا، کہیں میرا دامن گناہوں کے کانٹوں میں تو آلودہ نہیں ہو رہا، کہیں معصیت کے کیچڑ میں تو میرے کپڑے خراب نہیں ہو رہے۔ اللہ کے حکم کو توڑنے سے قدم قدم پر بچنا اور پھونک پھونک کر قدم رکھنا کہ میرا کوئی عمل اللہ کو ناراض نہ کر دے، اس طرز عمل کا نام تقویٰ ہے۔ سورۃ النازعات کی یہ آیات تقویٰ کو بڑی خوبصورتی سے واضح کرتی ہیں:

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ٥ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ٥﴾

(آیات:40،41)

"اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا اُس کا ٹھکانا بہشت ہے۔"

اسی نسبت سے سورۃ آل عمران کی وہ آیت ہے جو تقویٰ کی تاکید کے اعتبار سے قرآن مجید کا Climax ہے کہ اس میں سب سے زیادہ تاکید آئی ہے۔ فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ٥﴾ (آیت:102)

"اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اس کے تقوے کا حق ہے۔ اور تمہیں ہرگز موت نہیں آنی چاہیے مگر فرماں برداری کی حالت میں"۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق تقویٰ ادا کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی جو راتیں کی مناجات تھیں ان میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ

پریس ریلیز

5 اپریل 2008ء

ہماری قومیت کی بنیاد اسلام ہے۔ اگر ہم اپنی بنیاد کو فراموش کریں گے تو دشمن کے لیے نوالہ تر ثابت ہوں گے

حافظ عاکف سعید

پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ ہے۔ لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نظریۂ پاکستان سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارا ملک بنیادی طور پر امریکہ کی چراگاہ بن گیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری قومیت کی بنیاد اسلام ہے۔ اگر ہم اپنی بنیاد کو فراموش کریں گے تو دشمن کے لیے نوالہ تر ثابت ہوں گے۔ وکلاء کی تحریک کے نتیجے میں سیاستدانوں کی سوچ میں کچھ بہتری آئی ہے لیکن اگر ہم نے اپنے نظریہ سے تعلق برقرار نہ رکھا تو پھر ہمیشہ کی طرح مفادات ہی کی گیم ہوگی۔ گزشتہ دنوں اسرائیل نے 2015ء کے لیے دنیا کا ایک نقشہ جاری کیا ہے جس میں پاکستان نام کا کوئی ملک موجود نہیں۔ دشمن کے ان خطرناک ارادوں کو صرف اللہ کی ذات ہی ناکام بنا سکتی ہے، لہٰذا ہمیں اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کے لیے ملک کو اس حقیقی منزل کی طرف لے جانا ہوگا، جس کے لیے پاکستان قائم ہوا تھا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

((ماعرفنك حق معرفتك و ما عبدنك حق عبادتك)) یعنی ''اے پروردگار ہم تیری معرفت نہیں حاصل کر پائے جیسے کہ تیری معرفت کا حق تھا، پروردگار ہم تیرا حق بندگی نہیں ادا کر سکے جیسا کہ تیری بندگی کا حق تھا''۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ پریشان ہو گئے۔ وہ گھبرائے ہوئے نبی ﷺ کے پاس آئے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے کون ہے جو اللہ کا تقویٰ ادا کرنے کی سکت رکھتا ہو۔ انہیں احساس تھا کہ اللہ کا یہ حکم ہمارے لیے آیا ہے۔ ہم سے باز پرس ہو گی، لہٰذا انہیں فکر لاحق ہوئی کہ اس آیت پر عمل کیسے کریں گے۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں سورۃ تغابن کی یہ آیت سنائی:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (آیت:16)

''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا بھی تمہارے حد امکان میں ہے۔''

یعنی تم اس کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کرو۔ باقی اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی استطاعت سے بڑھ کر ذمہ دار نہیں ٹھہراتا۔ لیکن وہ یہ ضرور دیکھے گا کہ تم نے اس معاملے میں کوشش کتنی کی ہے۔ ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ ''اور تمہیں ہرگز موت نہیں آنی چاہیے، مگر فرمانبرداری کی حالت میں'' ایسا نہ ہو کہ تم کوئی گناہ کا ارتکاب کر رہے ہو، نافرمانی کا معاملہ کر رہے ہو اور اسی لمحہ فرشتۂ اجل آ جائے۔ یہ تقویٰ والی زندگی اور اطاعت والی موت نہیں ہے۔ ہر لمحے انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ گناہ سے بچا رہے، مبادا جس وقت انسان گناہ کر رہا ہو اس لمحے موت آ جائے۔

علماء نے اس آیت کے حوالے سے تقویٰ کے تقاضوں کے طور پر تین شرائط بیان کیں۔ سب سے پہلی بات یہ کہ آدمی ہر حرام چیز، ہر گناہ سے باز آئے۔ ہجرت کا لغوی مفہوم بھی کسی چیز کو ترک کر دینا ہے۔ دینی اصطلاح میں ہجرت یہ ہے کہ اللہ کے دین کی خاطر اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر کسی اور جگہ جا کر بسیرا کر لینا۔ لیکن اس کی اصل روح کیا ہے۔ ہر اس شے، (عادت، کام، فعل) کو ترک کر دینا جو تمہارے رب کو ناپسند ہے۔ یہ تقویٰ کا پہلا تقاضا ہے۔

دوسرا تقاضا کل زندگی میں اللہ کی نافرمانی سے باز آنا ہے۔ اب اس کے اندر ایک اور جہت شامل ہو گئی۔ ایک تو وہ چیزیں ہیں جن سے روک دیا گیا، لیکن کچھ چیزیں وہ ہیں جن کو کرنے کا حکم ہے۔ نماز پڑھو، روزہ رکھو، والدین کے حقوق ادا کرو، حقوق العباد کے معاملے میں ڈنڈی نہ مارو۔ پڑوسیوں کے حقوق ادا کرو۔ جب آپ نے ان میں سے کسی حکم پر عمل نہیں کیا تو نافرمانی ہو گئی۔ لہٰذا جس کام سے روک دیا گیا، اس سے رک جانا، اور جو کام کرنے کا حکم دیا ہے، اسے بجالانا، تقویٰ کے تقاضے میں یہ دونوں باتیں شامل ہیں۔

تیسرے تقاضے کا تعلق روح تقویٰ سے ہے۔ اس بات کا احساس رہنا کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور ایک دن اللہ کی عدالت میں میری پیشی ہونی ہے۔ اگر ان تین باتوں کا اہتمام کر لو گے تو پھر کہہ سکو گے کہ پروردگار میں نے حق تقویٰ ادا کرنے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ جن چیزوں پر ہم ایمان رکھتے ہیں، ان ایمانی حقائق کے عملی تقاضوں کا اظہار تقویٰ ہے۔

ایمان اور تقویٰ لازم و ملزوم ہیں۔ بندۂ مومن جب تقویٰ کی روش اختیار کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے تو اس کے نتیجے میں ایمان میں مزید پختگی پیدا ہوتی ہے۔ ایمان کا ٹاپ لیول مرحبۂ احسان ہے۔ حدیث جبرائیلؑ میں درجۂ احسان کا ذکر ہے۔ احسان کا ایک تصور ہمارا ہے۔ اردو زبان میں اس کا مفہوم ہے، کسی کے ساتھ بھلائی کرنا۔ جبکہ احسان کا لفظی ترجمہ ہے، ہر کام کو عمدگی سے کرنا۔ احسان اردو کا لفظ نہیں ہے، اصلاً عربی کا ہے۔ عربی زبان میں احسان کیا ہے؟ اس کو آپؐ نے واضح فرمایا کہ: ((ان تعبداللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہٗ یراك)) یعنی ''تم اللہ کی بندگی اس احساس کے ساتھ کرو گویا کہ اسے دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو (یہ احساس رکھنا کہ ہر وقت اللہ میرے سامنے ہے۔) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' اس طرزِ عمل کے نتیجے میں انسان گناہوں سے رکتا ہے۔ اللہ کی نافرمانی سے باز آنے کا شعوری فیصلہ کر کے زندگی گزارتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ایمان بڑھتے بڑھتے درجۂ احسان تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی مقام کو قرآن مجید نے مقام ولایت کہا ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝﴾ (یونس:62-63)

''سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں اُن کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔''

بندۂ مومن ولی کیسے بن جاتا ہے۔ ولایت اصل میں ایمان کا بہت اونچا مقام ہے اور مقام ولایت انہیں حاصل ہوتا ہے جو ایمان لائیں اور پھر تقویٰ کی روش اختیار کریں۔ ہر بندۂ مومن اگر تقویٰ کی روش اختیار کرے اور اللہ کا حق تقویٰ اور کرنے کی کوشش کرے تو وہ مقام ولایت تک پہنچ سکتا ہے۔

تقویٰ کے حوالے سے ایک اور بات بہت اہم ہے۔ وہ یہ کہ آخرت کی کامیابی کے حوالے سے ہم لوگ بڑے خوش گمان رہتے ہیں کہ ہم کلمہ گو ہیں۔ اب خواہ کلمہ صحیح پڑھ بھی سکیں یا نہ پڑھ سکیں، اس کے عملی تقاضوں پر پورا اُتریں یا نہ اُتریں، بہرحال جنت تو ہمارا پیدائشی حق ہے۔ لیکن آپ قرآن کو پڑھیے۔ وہ واضح کرتا ہے کہ جنت (صرف اللہ کو ماننے والے نہیں) تقویٰ کی روش اختیار کرنے والوں کے لیے ہے۔ ایک مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝﴾ (النبا:31)

''بے شک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے''

سورۃ ذاریات میں ارشاد ہوا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝15﴾

''بیشک پرہیزگار بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے۔''

سورۃ زمر میں فرمایا:

﴿وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ﴾ (آیت:61)

''اور جو پرہیزگار ہیں ان کی (سعادت اور) کامیابی کے سبب اللہ ان کو نجات دے گا۔''

جنت اور تقویٰ لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ اہل جنت کا ایک قول نقل کیا گیا ہے۔ اہل ایمان جب جنت میں پہنچ جائیں گے اور وہاں آپس میں خوش گپیاں کر رہے ہوں گے تو ایک موقع پر ایک دوسرے سے سوال کریں گے، تمہارا کیا عمل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا اور تمہیں جنت میں پہنچا دیا۔ تو اُن کا مشترکہ جواب یہ ہو گا ''ہم لوگ دنیا کی زندگی میں رہتے ہوئے اس دن کے حساب کے خوف سے ڈرتے رہتے تھے۔'' یہی روح تقویٰ ہے۔

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝﴾ (الرحمٰن:46)

''جو اللہ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا، (یعنی آخرت کے محاسبے سے ڈر کر اس نے جو اپنی خواہشات نفس کو لگام دی) اس کے لیے دو باغ ہیں۔''

یہ نہ سمجھئے کہ تقویٰ کوئی اضافی نیکی ہے۔ یہ تو جنت کے داخلے کی شرائط میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کی دولت سے نوازے۔ اسی تقویٰ کے نہ ہونے سے آج مسلمان معاشرہ کرپشن کا گہوارہ ہے۔ لوگوں میں خداخوفی نہیں ہے۔ آخرت کا احساس ہی مر چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کو نہ حقوق اللہ کی پروا ہے نہ حقوق العباد کی۔ آج مسلمان ایک دوسرے کا حق تلف کرتے ہیں، ایک دوسرے کے خلاف جھوٹے مقدمات بناتے اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم تقویٰ کی زندگی اختیار کریں تو دنیا بھی جنت کا گہوارہ بن جائے گی۔ پھر حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہو گی۔ اگر ہمارے سیاستدانوں میں بھی خداخوفی ہو گی تو ملک کی گاڑی صحیح رُخ پر آگے بڑھے گی اور پھر اللہ تعالیٰ ہمیں آئندہ بحرانوں سے نجات دے گا۔ بصورت دیگر اندیشہ ہے کہ کہیں ہماری یہ مہلت عمل بھی ختم نہ ہو جائے۔ [تلخیص: فرقان دانش خان]

گستاخ مغرب

یہ صرف دینی جماعتوں کا مسئلہ نہیں پوری مسلمان قوم کے ایمان کا مسئلہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت اور توہین قرآن پر مبنی فلم کے اجراء کے خلاف پوری مسلمان قوم متحد ہو

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

مغربی ممالک بالخصوص ڈنمارک کے پرنٹ میڈیا نے ایک بار پھر نبی کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکے شائع کرکے مسلم دنیا کو ایک بار پھر رنجیدہ کر دیا ہے اور یہ ایسے ہی نہیں ہو رہا بلکہ اس کے پس منظر میں ایک گہری سازش ہے جس کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کے تعلق کی بنیادی نوعیت یہ ہے کہ وہ آپؐ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کرے۔ اس اقرار و یقین کا نام ”ایمان بالرسالت“ ہے اور اسی سے ہمارے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ایک تعلق اور رشتہ کا آغاز ہوتا ہے۔ امت مسلمہ میں اگرچہ سادات اور ہاشمی بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں، لیکن عظیم اکثریت یقیناً ان لوگوں کی ہے جن کا کوئی نسلی اور خون کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں ہے۔ ایمان بالرسالت کا لازمی تقاضا ہے کہ آپ کی توقیر و تعظیم ہر دنیاوی رشتے اور ناتے سے بڑھ کر کی جائے۔ اسی ایمان کے دو مضمرات ہیں کہ آپؐ کی غیر مشروط اطاعت دل کی آمادگی، پورے انبساط قلب اور شرح صدر اور محبت کے ساتھ کی جائے۔ متعدد احادیث مبارکہ میں ایسے شخص کے ایمان کی نفی کر دی گئی ہے جسے نبی کائنات حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس دنیا کے تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو۔ حب مصطفیٰؐ کا لازمی نتیجہ ہے کہ آپؐ کی ذات ہمارے لیے آئیڈیل ہو یعنی ان کے ہر طرز عمل کی پیروی و اتباع اپنے لیے واجب التعمیل سمجھا جائے۔ گویا۔

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

دشمنان اسلام روز اول سے مسلمانوں کے نبی کائناتؐ سے تعلق کو کمزور کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں اور ان کی ناپاک کوشش ہے کہ مسلمانوں کی محبوب ترین شخصیت کو متنازعہ بنا دیا جائے تاکہ اُس عظمت اور توقیر و تعظیم کو زد پہنچائی جاسکے جو آپؐ کے پیروکاروں کے دلوں میں پائی جاتی ہے۔ اس سازش میں یہود سرفہرست ہیں اور اُن کی عداوت کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندانی تعلق بنی اسرائیل سے نہیں تھا اور یہودیوں کا یہ خیال ہے کہ نبوت صرف اور صرف بنی اسرائیل ہی کا حق ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد اہل مدینہ نے یہودیوں کے پشت پناہ عبداللہ بن ابی کو مسترد کرتے ہوئے آپ کو مدینہ کا سربراہ بنا دیا۔ یہ بات یہودیوں پر بجلی بن کر گری اور انھوں نے اُس دن سے اپنی سازشوں کا مرکز نبی کائناتؐ کی ذات گرامی کو بنا لیا۔ آپؐ کے وصال کے بعد امت کو تقسیم کرانے کے لیے ایک اور یہودی مگر بظاہر مسلمان عبداللہ ابن سبا نے اہم کردار ادا کیا۔ متعدد مدعیان نبوت کا ظاہر ہونا بھی اسی سازش کا حصہ تھا، جن کے خلاف خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کا فیصلہ کیا اور ان کا خاتمہ کر کے امت مسلمہ پر عظیم احسان فرمایا۔ برصغیر پاک و ہند میں قادیانی فتنے کو کھڑا کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ نبوت کے اہم منصب کو متنازعہ بنایا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز نے ایک ایسے کردار کو منتخب کیا جس کے مذہبی مناظرے اس کی ہردلعزیزی اور مقبولیت کا ذریعہ بن گئے تھے۔ وہ تو اللہ کی خاص تائید و نصرت شامل حال رہی کہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر نے متحد ہو کر اس فتنے کا مقابلہ کیا اور اس کی سرکوبی میں اہم کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کا کردار بھی قابل تحسین ہے۔

کچھ سال پہلے برطانیہ کے ملعون سلمان رشدی اور ملعونہ تسلیم نسرین کو پناہ دینے کا مقصد بھی یورپ کی اسلام دشمنی ہے اور مسلمانوں کو اس وقت مزید تکلیف پہنچی جب گستاخ رسولؐ سلمان رشدی کو ”سر“ کا خطاب دیا گیا۔ اس مرتبہ پھر یہ فتنہ ایک منظم سازش کے تحت شروع ہوا ہے اور اب کی بار اس کی پشت پر یہودی ایجنٹ سپر پاور امریکہ کی دجالی طاقت ہے اور یہ دجالی طاقت اور اس کے اتحادی یورپ اور دیگر ممالک ایک منظم سازش کے تحت مسلمانوں کا رشتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توڑنا چاہتے ہیں۔ مغربی ممالک کے پرنٹ میڈیا میں بار بار توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے پس پردہ بھی ناپاک جذبہ کارفرما ہے اور حقیقت میں یہی تہذیبوں کی جنگ ہے، جس کا نظریہ امریکی دانشور ہنٹنگٹن نے پیش کیا ہے۔ امریکہ کی تہذیبی جنگ میں تمام مسلمان ممالک کے حکمران امریکی ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہالینڈ کے ایک رکن پارلیمنٹ نے یہ گستاخانہ جرأت کی ہے کہ قرآن کے خلاف متنازعہ فلم بنا ڈالی ہے مگر مجال ہے کہ کسی مسلمان حکمران نے اس مسئلہ پر ہالینڈ یا ڈنمارک کی حکومتوں کو للکارا ہو۔ ماضی میں پاکستان کے ایک نوجوان طالب علم عامر چیمہ کو جرمنی میں پولیس نے بہیمانہ تشدد کر کے شہید کر دیا تھا جس نے توہین آمیز خاکوں پر احتجاج کیا تھا۔ اس مسئلہ پر بھی حکومت پاکستان کی جانب سے پھسپھسا سا احتجاج ہوا تھا۔ عالمی طاقتوں کی اسلام دشمنی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے فلسطین میں عرصہ دراز سے اسرائیلی فوج مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہی ہے اور اس میں ہمیشہ تب اضافہ ہوتا ہے جب امریکی وزیر خارجہ کونڈا لیزا رائس کا دورہ فلسطین و اسرائیل ہوتا ہے مگر اس پر عالمی ادارے مکمل خاموش رہتے ہیں مگر چند دن پہلے اسرائیل کے ایک مذہبی مدرسے پر فائرنگ کے نتیجے میں آٹھ یہودی ہلاک ہونے پر سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کر لیا گیا۔ گویا اسرائیلی انسان ہیں اور مسلمان محض راکھ کا ڈھیر ہیں۔ مگر مغرب کے توہین آمیز خاکوں کی ناپاک جسارت پر کسی عالمی ادارے کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مغرب کی اس گھناؤنی سازش کے خلاف پوری قوم متحد ہو، مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ اس مسئلے پر بھی ہم بٹے ہوئے ہیں اور اب تک یہ سمجھا جا رہا ہے کہ یہ مسئلہ صرف اور صرف دینی جماعتوں کا ہے اور وہی ابھی تک میدان میں ہیں جبکہ دوسری جانب سیاسی جماعتیں پیپلز پارٹی، مسلم لیگ نواز گروپ، مسلم لیگ قائد اعظم گروپ اور ایم کیو ایم وغیرہ اس مسئلے سے لاتعلق ہیں۔ حضور نبی کائنات کی ذات اقدس ہر مسلمان کے لیے واجب تقدیس و تعظیم ہے اور اس مسئلے میں کسی قسم کی کمزوری دکھانا ایمان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ بے نظیر بھٹو کے بہیمانہ قتل پر پیپلز پارٹی کے کارکنوں نے جس غصے کا اظہار کیا وہ بجا تھا مگر اس دوران جو لاقانونیت ہوئی وہ قابل مذمت ہے۔ مگر ناموس رسالتؐ کے لیے اس سے سوگنا زیادہ غصہ دکھایا جانا چاہیے۔ مسلم لیگ نواز گروپ کے کارکن ججز کی بحالی کے لیے جس قدر سرگرم عمل ہیں وہ خوش آئند ہے مگر اس سے بڑھ کر انھیں عظمت مصطفیٰؐ کے لیے سرگرمی دکھانی چاہیے۔ ایم کیو ایم کے وابستگان قائد تحریک کے خلاف ریمارکس پر تو لاکھوں کی تعداد میں سڑکوں پر آجاتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ وہ ناموس رسالت کی خاطر سڑکوں پر کیوں نہیں آرہے۔ لہٰذا اس صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری قوم لازوال اتحاد کا مظاہرہ کرے۔ تاکہ امریکہ اور مغرب کو پیغام دیا جاسکے کہ بنیادی معاملات میں لاکھ اختلافات مگر دینی معاملات اور بالخصوص ناموس رسالت کی خاطر پوری قوم متحد ہے اگر ایسا ہوا تو شاید ہم روز آخرت سید کائنات کو منہ دکھا سکیں۔ بقول اقبال

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نظام کے اندر رہتے ہوئے نظام کی تبدیلی

محمد سمیع

معروف کالم نگار منو بھائی نے اپنے ایک حالیہ کالم میں نئی حکومت میں شامل قائدین کے نظام بدلنے کے دعوے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "کسی نظام کے اندر رہتے ہوئے اور اس نظام کے لئے کام کرتے ہوئے اس نظام کو بدلا نہیں جاسکتا۔ نظام کے اندر رہتے ہوئے نظام کو تبدیل کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ کسی نظام کو بدلنے کے لئے اس نظام کے متبادل نظام کی ضرورت ہوتی ہے جس کو قبول عام کی سند بھی حاصل ہو اور جس کو نافذ کرنے والی کوئی سیاسی تنظیم اور مضبوط کیڈر بھی موجود ہو۔ ان لوازمات کے بغیر نظام کو تبدیل کرنے کی کوشش خودکش حملے کے مترادف ہے۔"

یہ وہ حقائق ہیں جو روز روشن کی طرح عیاں ہیں اور ان کا تذکرہ بار بار ہوتا رہتا ہے لیکن ہماری سیاسی جماعتیں اگر جاری نظام کے اندر رہتے ہوئے اس نظام کو بدلنے کا دعویٰ کرتی ہیں تو اس کی مختلف وجوہ ہوسکتی ہیں۔ یا تو وہ خیالی دنیا میں رہتی ہیں یا عوام کو بیوقوف سمجھتی ہیں، یا پھر وہ حقائق کے چمکتے ہوئے سورج کی روشنی کے سامنے اپنی آنکھیں بند رکھنے پر مجبور ہیں۔ لیکن بند آنکھوں سے نظام کی تبدیلی کی منزل کو تو نہیں پہنچا جاسکتا۔ ویسے تو یہ بھی سیاست کا ایک انداز ہے کہ اس طرح کی باتیں کی جائیں تاکہ اپنے ووٹرز کے حلقے کو وسیع تر کیا جاسکے۔ سیاسی جماعتیں اس قسم کے خوشنما ایشوز کو شامل رکھتی ہیں، بھلے وہ ان ایشوز کو حل کرنے میں کبھی سنجیدہ نہ ہوں۔ لہٰذا ہماری اکثر سیاسی جماعتوں کے منشور میں جاگیرداری نظام کے خاتمے کا وعدہ موجود ہے لیکن جس ملک کے معاشرے پر جاگیرداروں ہی کا تسلط ہو اور اپنے اثرورسوخ کے بل بوتے پر یہی جاگیردار اسمبلیوں تک پہنچ سکتے ہوں، وہاں جاگیرداری کے خاتمہ کا دعویٰ کو ایک سراب کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جاگیرداری کا خاتمہ کرکے جاگیردار خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے سے تو رہے۔ البتہ حیرت تو ان مذہبی جماعتوں پر ہے جو نظام کا حصہ بن کر اس کو بدلنے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ موجودہ جمہوری نظام (گو کہ اب تک ہمارا ملک اس نظام سے ہمکنار نہیں ہوا بلکہ ہم مغربی جمہوریت کو مسلمان کرنے کی ناکام کوششوں میں گزشتہ ساٹھ سال سے مصروف ہیں لیکن کامیابی کا دور دور تک کوئی امکان نظر نہیں آتا) اور اسلام کا نظام خلافت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ نظام خلافت میں قوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ہمہ مقتدر ذات ہے جبکہ جمہوری نظام عوام کو قوت کا سرچشمہ قرار دیتا ہے۔ نظام خلافت میں لوگوں کو تولا جاتا ہے۔ ان کی اصابت رائے،

> جس ملک پر جاگیرداروں ہی کا تسلط ہو اور اپنے اثرورسوخ کے بل بوتے پر یہی جاگیردار اسمبلیوں تک پہنچ سکتے ہوں، وہاں جاگیرداری کے خاتمہ کے دعویٰ کو ایک سراب کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے

ان کی دیانت وامانت اور ان کا اخلاق وکردار پیمانہ ہوتا ہے جبکہ جمہوری نظام میں لوگوں کو گنا جاتا ہے اور یہاں گدھوں اور گھوڑوں میں کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ اصل کردار دھن، دھونس اور دھاندلی کا ہوتا ہے۔ اسی لئے تو علامہ اقبال نے کہا تھا کہ۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

جمہوریت میں پارلیمنٹ میں اکثریت کی بنیاد پر فیصلے ہوتے ہیں جبکہ نظام خلافت میں اگرچہ امیر مجلس شوریٰ کے ارکان سے مشاورت کرتا ہے لیکن وہ شوریٰ کی اکثریت کا پابند نہیں ہوتا بلکہ فیصلے کا اختیار کلیتاً اسے ہی حاصل ہوتا ہے۔ نظام خلافت کا تقاضا ہے کہ دولت چند ہاتھوں تک محدود نہ ہو بلکہ یہ معاشرے میں گردش کرے اور معاشرے کے تمام طبقے اس سے استفادہ کریں، جبکہ جمہوری نظام میں ہر روز امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو رہا ہے۔ یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ ہم اگر ان دونوں نظاموں کے تضادات کو گننے پر آئیں تو بہت سے پہلو سامنے لائے جاسکتے ہیں۔ نظام خلافت انسانوں کے خالق حقیقی کا وضع کردہ ہے اور اللہ کے دیئے ہوئے نظام میں حقوق وفرائض کا بہترین توازن موجود ہے جبکہ دنیا کے دیگر نظام انسانی ذہن کی تخلیق ہیں اور انسانوں میں مختلف تعصبات کی بنا پر تفریق موجود ہے۔ لہٰذا انسانی ذہن کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ بلاتفریق سب کو عدل فراہم کرسکے۔ مرد اگر نظام بنائے گا تو اس میں عورت کا استحصال ہوگا، سرمایہ دار یا صنعت کار اگر نظام بنائے گا تو اس میں مزدوروں کا استحصال ہوگا علیٰ ھذا القیاس۔ یہی وجہ ہے کہ ہر وہ نظام جو انسانی ذہن نے ترتیب دیا ہے، عملی طور پر ناکام ثابت ہوا ہے خواہ وہ ملوکیت ہو، اشتراکیت ہو یا جمہوریت۔ آج جمہوری نظام کو "آرڈر آف دی ڈے" قرار دیا جارہا ہے لیکن یہ حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں کہ اس نظام کی نحوست نے پورے کرۂ ارضی میں اتنے بڑے پیمانے پر فساد برپا کررکھا ہے جس کی مثال عالمی تاریخ میں نہیں ملتی۔ نظام خلافت کا معاملہ اس کے برعکس رہا ہے لیکن ہم پھر بھی جمہوریت کی نیلم پری کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہیں اور اس میں مذہبی اور غیر مذہبی کی کوئی تفریق نہیں۔ علامہ اقبال نے اپنی مشہور نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں ابلیس کی زبانی جمہوریت کے بارے میں کہلوایا ہے کہ۔

کیا امامان سیاست کیا کلیسا کے شیوخ
سب کو دیوانہ بنا سکتی ہے میری ایک ہو

رہی متبادل نظام کی بات جس کا ذکر منو بھائی نے اپنے کالم میں کیا ہے۔ متبادل نظام ایک اور صرف ایک ہے اور وہ اسلام کا نظام خلافت ہے۔ لیکن یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ جو لوگ آج نظام خلافت کے نفاذ کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں خود اس نظام کا کلی ادراک نہیں۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے سود کے خلاف تاریخی فیصلہ دیا تھا اور حکمرانوں سے کہا تھا کہ وہ متبادل قانون سازی کا اہتمام کریں۔ اس وقت علماء کا فرض تھا کہ وہ اس سلسلے میں حکومت کی رہنمائی کرتے لیکن ہماری مذہبی جماعتوں کے قائدین ہر خرابی کی ذمہ داری حکومت پر ڈالنے میں تو پیش پیش رہتے ہیں لیکن نصح و خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ حکومت کی مدد کو وہ اپنے فرائض میں شامل نہیں سمجھتے۔ میاں نواز شریف کے دور حکومت میں متبادل قانون سازی

کی بجائے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ کے اپیلیٹ بنچ میں اپیل دائر کردی گئی۔ سابقہ حکومت نے شریعت بنچ سے ممتاز عالم دین محترم مفتی تقی عثمانی کو خارج کرکے، (کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ ان کی موجودگی میں حکومت اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہوگی) بنچ سے اپنی مرضی کا فیصلہ حاصل کرلیا۔اب کئی سال سے یہ معاملہ سرد خانے میں پڑا ہوا ہے لیکن کسی مذہبی جماعت کو اس مقدمے میں فریق بن کر اس مقدمے میں جان ڈالنے کی توفیق نہ ہوئی۔ ہماری مذہبی سیاسی جماعتیں تعلیمی میدان میں بھی قوم کی ذہنی وفکری تربیت اور تعمیر سیرت کا اہتمام نہیں کررہی ہیں۔رہی بات کیڈر کی تو جن کے پاس متبادل نظام مدون شکل میں موجود نہیں، ان کے ہاں کیڈر کا کیا سوال۔کیڈر کی باتیں صرف تحریر وتقریر تک محدود ہیں اور اس کے لئے مثالیں دورنبوتؐ اور صحابہؓ سے لائی جاتی ہیں لیکن اگر آپ تحقیق کریں تو اس معاملے میں مذہبی اور عام سیاسی جماعتوں میں آپ کو کوئی خاص فرق نہیں ملے گا۔جس طرح عام سیاسی جماعتوں میں اہل ثروت کو پذیرائی دی جاتی ہے، مذہبی سیاسی جماعتوں کا معاملہ بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

ضرورت رشتہ

☆ دوسری شادی کے خواہشمند مرد، عمر 38 سال برسرِ روزگار، (تین بچے 5 تا 11 سال) کو شرعی پردے اور صوم صلوٰۃ کی پابند خاتون کا رشتہ درکار ہے۔
بیوہ، مطلقہ بھی رابطہ کرسکتی ہیں
(پہلی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔) برائے رابطہ:
5861256-0321-4376038

☆ لاہور کے رہائشی شریف خاندان کی سلیقہ شعار بیٹی، عمر 25 سال کے لئے برسرروزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ تعلیم ایم ایس سی سپورٹس سائنس ہے اور ایک معیاری درس گاہ میں پڑھا رہی ہے۔
رابطہ، پروفیسر محمد یونس جنجوعہ: 042-5173537

☆ بیٹی، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند اور امور خانہ داری سمیت تمام دستکاری سلائی کڑھائی میں ماہر، عمر 28 سال، تعلیم، انٹرمیٹرک کے لئے برسرروزگار اور ذاتی مکان کے حامل کراچی / حیدرآباد میں رہائش پذیر لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ، محمد رفیق شیخ: 0334-2617723

وزیراعظم یوسف رضا گیلانی اور داستان یوسفؑ

محمد نذیر ریٹلین

جناب یوسف رضا گیلانی کی بطور وزیراعظم انتخاب کو بی بی سی لندن اور بعض بعض تجزیہ نگاروں نے داستان یوسفؑ سے جوڑ کر ان دونوں میں مماثلت قائم کرنے کی کوشش کی ہے، لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ داستان یوسفؑ اور اس سے متعلقہ لوگوں کی نہ صرف حقیقت واضح کی جائے بلکہ اس کی روشنی میں پاکستان کے موجودہ حالات کا جائزہ بھی لیا جائے کہ قرآن حکیم بھی اس واقعہ کو احسن القصص قرار دے کر اس کی غیر معمولی اہمیت واضح کرتا ہے۔ہمارے ہاں داستان یوسفؑ کو بالعموم زلیخا کے عشق اور یا پھر حضرت یوسفؑ پر ان کے سوتیلے بھائیوں کی طرف سے کیے جانے والے مظالم کی داستان سمجھا جاتا ہے اور اس واقعہ کے حقیقی پس منظر پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ انہیں اور ان کی اولاد کو مستقبل میں پوری دنیا کے انسانوں کی امامت عطا کی جائے گی جس میں روحانی و مذہبی کے علاوہ سیاسی امامت یعنی حکومت وخلافت بھی شامل تھی۔ حضرت یوسفؑ کا ارض مصر میں تمکن حاصل کرنا، اسی وعدۂ الٰہی کی تکمیل کا ایک ابتدائی سنگ میل تھا اور اس کا عروج ہمیں حضرت سلیمانؑ کے دور حکومت میں نظر آتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے پوتے اور حضرت یوسفؑ کے والد حضرت یعقوبؑ کے علم میں یہ حقیقت یقیناً آچکی تھی کہ اس وعدہ الٰہی کا ظہور ان کی اولاد میں ہونے والا ہے، اسی لئے جب حضرت یوسفؑ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا اور اپنا یہ خواب اپنے والد گرامی سے ذکر کیا کہ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج و چاند کو اپنے آگے سجدہ ریز ہوتے دیکھا ہے تو وہ نہ صرف اس خواب کی تعبیر جان گئے، بلکہ انہوں نے حضرت یوسفؑ کو منع کردیا کہ اس خواب کا تذکرہ اپنے بھائیوں سے نہ کرے مبادا وہ ان سے حسد کرتے ہوئے ان کے متعلق غلط منصوبے باندھنے لگیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ برادران یوسفؑ بھی اس حقیقت سے کسی نہ کسی حد تک آگاہ ہوچکے تھے کہ سیاسی امامت کے وعدۂ الٰہی کی تکمیل کا وقت آچکا ہے اور ہم میں سے کسی ایک کو سیاسی امامت ملنے والی ہے۔ حضرت یوسفؑ کے لئے حضرت یعقوبؑ کی خصوصی شفقت ومحبت نے انہیں اس امر کا یقین دلا دیا تھا کہ ہمارا یہ بھائی مستقبل میں سیاسی امامت حاصل کرسکتا ہے، لہٰذا اُن کے دلوں میں حضرت یوسفؑ کے لئے حسد ورقابت کے جذبات پیدا ہونا شروع ہوئے جو اس حد تک بڑھے کہ سب بھائی مل کر انہیں ٹھکانے لگانے کے منصوبے سوچنے لگے۔ باہمی مشاورت سے بالآخر شکار کے بہانے انہیں اپنے ساتھ لے جاکر ایک کنویں میں پھینک دیا گیا۔

یہ تو تھی برادران یوسفؑ کی پلاننگ، جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی منصوبہ بندی کچھ اور تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر سے برادران یوسف کی کامیاب پلاننگ ناکام بنا دی، اور یوسف علیہ السلام کو بچا لیا۔ یہی نہیں بلکہ ذات باری تعالیٰ آپؑ کو تمکن فی الارض عطا کرنے کا جو فیصلہ کرچکی تھی اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپؑ ارض فلسطین کے دیہاتی ماحول کی بجائے ارض مصر کے متمدن وترقی یافتہ معاشرہ میں پلیں بڑھیں، تاکہ نہ صرف شہری زندگی کے تقاضوں اور اصول وضوابط سے آگاہ ہوسکیں بلکہ اس کے مسائل وخرابیاں بھی جان سکیں اور جب آپ کو تمکن فی الارض عطا کیا جائے تو آپؑ ایک بہترین منتظم اور مدبر حکمران ثابت ہوں۔ لہٰذا عزیز مصر جو مصری حکومت کا کوئی اعلیٰ عہدیدار تھا، آپؑ کو بازار مصر سے خرید کر لایا اور اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ اس خوبصورت بچے کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو، ہوسکتا ہے کہ ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ مصری معاشرہ مادی لحاظ سے تو بہت ترقی یافتہ تھا مگر اخلاقی ومذہبی طور پر زوال پذیر تھا جس کی وجہ سے آپؑ کو یہاں زلیخا کے فتنے اور ایک طویل عرصہ تک قید زنداں کی صورت میں سخت آزمائشوں ومصائب کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

جہاں تک داستان یوسف کے کرداروں کا تعلق ہے تو یہ کردار ہر دور میں موجود رہتے ہیں سوائے یوسفؑ کے

کہ وہ پیغمبر ہیں۔ اس داستان میں حضرت یعقوبؑ کا کردار ہمارے مسلم معاشرہ کے ایک ایسے طبقہ کی نمائندگی کرتا ہے جو خود تو سیاسی خلافت کا بارِ عظیم اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا، تاہم بطور معلم، مزکی اور مربی ایسے افراد ضرور پیدا کرتا رہتا ہے جو حضرت یوسفؑ کی طرح سیاسی امامت کے لئے درکار خوبیوں، صلاحیتوں اور کمالات کے حامل ہوں۔ یہی طبقہ برادران یوسف کو بھی جنم دیتا رہتا ہے اور برادران یوسف کا کردار ایسے افراد یا گروہوں کا سا ہے جو سیاسی خلافت کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت سے محروم ہونے کے باوجود اس کے حصول کے خواہشمند اور اس کے لئے سرگرداں رہتے ہیں۔ ان میں سے کوئی اسے منصفانہ، دیانتدارانہ اور بااصول طریقہ سے حاصل کرنا چاہتا تو کوئی اسے ہر قیمت پر حاصل کر لینے کا متمنی ہوتا ہے، چاہے اس کے لئے دوسروں کی حق تلفی کرنے، مسلمہ اخلاقی و شرعی اصولوں کی خلاف ورزی کرنے اور اپنے ہی بھائی بندوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو داؤ پر لگانا پڑے۔ ایسی کالی بھیڑیں اگرچہ تعداد میں کم ہوتی ہیں مگر اپنے غیر معمولی اثر ورسوخ، قائدانہ صلاحیتوں اور عیاری و چالاکی کی بناء پر دوسری بہت سی بھیڑوں کو اپنے نقش قدم پر چلنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ اپنی بھیڑوں میں انتشار و افتراق کے خدشہ کے سبب اس گلے کا راعی بھی حضرت یعقوبؑ اور حضرت ہارونؑ کے اسوہ پر چلتے ہوئے اس معاملہ میں وقتی طور پر خاموشی اختیار کرنے میں ہی عافیت جانتا ہے، یہاں تک کہ کوئی عظیم شخصیت پیدا ہوتی ہے جو اس گلے کی بھیڑوں کو صراطِ مستقیم پر موڑتے ہوئے، کالی بھیڑوں کو چھانٹتے ہوئے اور بقیہ میں ہم آہنگی پیدا کرتے ہوئے انہیں دوبارہ ایک وحدت میں پرو دیتی ہے۔ داستان یوسف میں عزیز مصر، اس کی بیوی زلیخا، حضرت یوسفؑ کے سامنے اپنے ہاتھ کاٹ لینے والی عورتیں اور دیگر وہ لوگ جنہوں نے آپؑ کو بغیر کسی جرم کے قید میں ڈالا، یہ سب لوگ کسی بگڑے ہوئے معاشرہ کا اشرافیہ اور اس کی وہ مقتدر و منتظم قوتیں ہیں جو نہ صرف اپنی عیاشیوں، بدمعاشیوں، بدعنوانیوں اور نااہلیوں کی وجہ سے اپنے معاشرہ کو زوال سے دوچار کر کے رکھ دیتی ہیں بلکہ ہر صاحب ایمان، باکردار اور باصلاحیت شخص کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے اور اپنے مفادات کی نگہداشت و تکمیل کے لئے ایک آلۂ کار کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ حضرت یوسفؑ کو وزارت کے منصب پر فائز کرنے والے بادشاہ کا کردار ایک ایسے نیک دل اور اپنی قوم کے لئے مخلص و متفکر صاحب اقتدار شخص کا سا ہے جسے اپنی انتظامیہ میں کوئی ایسا باصلاحیت شخص نظر نہیں آتا جو قوم کو درپیش چیلنجوں سے نمٹنے کی مکمل اہلیت رکھتا ہو، لہٰذا جب اُسے کوئی ایسا شخص دکھائی دیتا ہے تو اس کی خدمات سے استفادہ کے لئے اسے اپنا مقرب بنا کر صاحب اختیار کر دیتا ہے۔

پاکستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں جناب یوسف رضا گیلانی کے بطور وزیراعظم تقرر سے نہ صرف داستان یوسف کی کسی قدر یاد تازہ ہوتی ہے بلکہ اس داستان کے سبھی کرداروں کی نشاندہی بھی ہو جاتی ہے۔ برادران یوسف اور مصری اشرافیہ کے کردار تو یقیناً ہم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، تاہم کیا بادشاہ گر کہلانے والے جناب آصف علی زرداری داستان یوسف کے نیک دل اور متفکر بادشاہ کا اور سید یوسف رضا گیلانی سرزمین مصر کے مرد بحران یعنی حضرت یوسفؑ (بلاتشبیہ) کا کردار نبھانے کی اہلیت رکھتے ہیں؟ اس کا فیصلہ تو یقیناً آنے والا وقت ہی کرے گا، تاہم اسے ناممکن خیال کرنا درست نہ ہوگا۔ یوسف رضا گیلانی کا یہ ارشاد کہ میں مخدوم نہیں بلکہ قوم کا خادم ہوں یقیناً امید افزا ہے اور اُن کے لبرل و ترقی پسندانہ خیالات کے علی الرغم اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ ماضی کے حکمرانوں سے بہتر ثابت ہوں گے بشرطیکہ انہیں آزادانہ طور پر کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ مشرف حکومت کے ہاتھوں اپنی قید و بند کو اپنی کتاب میں حضرت یوسفؑ کے کنویں میں رہنے کے واقعہ سے تشبیہ دینے والے وزیراعظم یوسف رضا گیلانی اس حقیقت سے یقیناً غافل نہیں ہوں گے کہ ارض پاکستان کی زلیخاؤں کی مطلب برآری نہ کرنے اور کرپٹ انتظامیہ کا احتساب کرنے کی صورت میں انہیں ایک بار پھر قید بے گناہی میں ڈالے جانے کا پورا پورا امکان بھی موجود ہے۔ آصف علی زرداری سے اُن کا یہ فرمانا کہ وزیراعظم ہاؤس سے اڈیالہ جیل کا فاصلہ زیادہ دور نہیں، اسی حقیقت سے آگاہی پر دلالت کرتا ہے۔ تاہم اُن کا یہ فرمانا کہ اگر وہ عوام کی خدمت نہ کر سکے تو اقتدار چھوڑ دیں گے، خود کو تر نوالہ ظاہر کرنے کے مترادف ہے۔ مزید برآں یہ اُن کا ذاتی موقف تو ہو سکتا ہے اُن کی پارٹی کا نہیں کہ پارٹی میں تو وزارت عظمیٰ کے امیدواروں کی ایک لمبی فہرست موجود ہے۔ انہیں پاکستان کے دوسرے چودھری محمد علی نہیں بننا چاہئے جو پاکستان کا پہلا آئین منظور کروانے کا کارنامہ سرانجام دینے کے باوصف سازشی عناصر کا مقابلہ کرنے کی بجائے اُن کے لئے میدان خالی چھوڑ کر چلے گئے تھے جس کا نتیجہ بالآخر ایوبی آمریت کی صورت میں پوری قوم کو بھگتنا پڑا تھا۔ ہمارا وزیراعظم صاحب کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو نہ صرف بحال کریں بلکہ اُن کی جرأت رندانہ کو اپنے لئے مشعل راہ سمجھتے ہوئے اپنے خلاف ہونے والی تمام سازشوں کو بھی اپنے آہنی عزم کے ساتھ ناکام بنا کر ایک نئی تاریخ رقم کر جائیں۔ ہماری دعائیں اُن کے ساتھ ہیں۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی میرپور کے رفیق محمود اختر کھلانوی کی والدہ اور رفیق میاں سلطان ایڈووکیٹ کے بڑے بھائی وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی کراچی وسطی کے مبتدی رفیق عبدالسلام کی والدہ وفات پا گئیں
- تنظیم اسلامی فیصل آباد کے رفیق حبیب الرحمٰن کی والدہ محترمہ اور رفیق صدیق اشرف کے ماموں قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ 20 اپریل بروز اتوار نماز عصر تا 26 اپریل 2008ء نماز ظہر تک

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں ہفت روزہ

مبتدی، ملتزم تربیت گاہ

کا آغاز ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ: 0321-7061586 042-6316638-6366638

جنرل رضا خان کے کارنامے

اُن کے فرزند رضا شاہ کی نظر میں

سید قاسم محمود

موجودہ قسط میں بھی پہلوی خاندان کے بانی جنرل رضا خان کا تذکرہ رہے گا، اس لیے کہ ایران میں مغرب زدگی کی وبا اُس نے بالکل اسی طرح پھیلائی جس طرح اُس کے ہم عصر جنرل مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی میں پھیلائی، جس کے مُضر اثرات سے آج تک نہ ترکی نکل سکا نہ ایران، آج بھی دونوں مسلم ملکوں پر مغربی حکمرانوں کا سخت دباؤ ہے۔ تاہم فی الحال پہلوی خاندان کے طرزِ حکومت کا وہ رُخ پیش کیا جا رہا ہے، جو رضا خان اور اُس کے بیٹے رضا شاہ، اور اُن کے حواریوں نے پیش کیا۔ آمریت واستبداد کے طرفداروں کا نقشہ پیش کرنے کے بعد ہم اِن کا اصل چہرہ دکھائیں گے۔ (پڑھتے وقت اپنے پاکستان میں بھی آمروں کے چہرے دیکھتے جایئے!)

رضا شاہ (1919-1980) اپنے والد کی تعریف وتوصیف اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں: ''مشرق کے بادشاہوں کا سا طنطنہ اور دیگر خصوصیات اُن میں مطلق نہ تھیں۔ وہ اپنی ذمہ داریوں کو بھی ایک طرح کی فوجی خدمت سمجھتے تھے۔ فرش پر سادہ گدے پر سوتے تھے۔ صبح پانچ بجے سو کر اٹھتے تھے۔ دن میں صرف دو وقت کھانا کھاتے تھے۔ باقی وقت کام میں مشغول رہتے تھے۔ انھیں کام کا جنون تھا۔''

''اقتدار حاصل کرنے کے فوراً بعد ایران اور رُوس نے باہم دوستی اور عدم جارحیت کا معاہدہ کیا، جس کی رُو سے سابقہ حکومتوں کے تمام معاہدے اور مراعات وغیرہ ختم ہو گئے۔ 1919ء کا برطانیہ اور ایران کا معاہدہ کالعدم قرار دیا۔''

''پہلا کام یہ کیا کہ اچھی مسلح فوج بنائی۔ جلد ہی ایک انفنٹری ڈویژن کھڑی کر لی گئی۔ ایک خودکار بریگیڈ اور چند سپیشل یونٹیں بنائیں۔ قومی شاہراہ پر اہم مقامات پر چھوٹے چھوٹے قلعے تعمیر کرائے۔ اس کے بعد اُنہوں نے پہلے نیوی بنائی۔ پھر ایئر فورس منظم کی۔ نئی مسلح فوج کے اولین کمانڈر فرانسیسی افسروں پر مشتمل تھے۔ ایرانی افسروں کو تربیت کے لیے فرانس بھیجا جانے لگا۔ وہاں کی مشہور ملٹری اکیڈمی سینٹ سائر، جو نپولین نے قائم کی تھی، ایرانی افسروں کی تربیت گاہ بن گئی۔''

''فوجی طاقت کے پہلو بہ پہلو صنعت وحرفت کی ترقی کے لیے ایک نظام بنایا۔ اشیائے صرف ملک ہی میں بنائی جائیں اور درآمدات پر کم سے کم انحصار کیا جائے۔ والد محترم کی یہ بھی خواہش تھی کہ وہ زرعی اصلاحات برپا کر کے کسانوں اور کاشت کاروں کے لیے کام کریں، لیکن قدرت نے مہلت نہ دی۔''

''رفتہ رفتہ والد صاحب نے تمام غیر ملکی اجارہ داریوں کو ختم کر دیا۔ کسٹم ڈیوٹی وغیرہ جو سابقہ حکومت نے بلجیم کو پٹے پردے رکھی تھی، اُسے اپنے حق میں واگزار کرایا۔ اور اب اس کی آمدنی کو بیرونی قرضہ جات کی ادائیگی کے لیے صَرف کیا جانے لگا۔ ہماری پولیس سویڈن کے ہاتھوں میں تھی۔ ملک میں جتنے بھی بنک تھے، روسیوں کے تھے یا انگریزوں کے۔ بنک نوٹوں کے اجرا پر بھی انگریزوں کی اجارہ داری تھی۔ تار اور تار برقی کے محکمے بھی انگریزوں کے ہاتھ میں تھے۔ ان تمام چیزوں کو موقوف کر دیا گیا اور سونے اور ہیرے جواہرات کی بنیاد پر نئے نوٹوں کا اجرا کیا گیا۔ یہ ہیرے اور جواہرات ایران کے لیے نادر شاہ ہندوستان سے لایا تھا۔''

''کوہِ نُور اُس وقت بے شک برطانوی تاج کی زینت بنا ہُوا ہے، لیکن دریائے نُور ہمارے پاس بھی ہے جو غالباً کوہِ نور سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ یہ قیمتی ہیرا دیگر ہیروں اور جواہرات کے ساتھ تہران کے سنٹرل بنک میں محفوظ ہے۔ اِس بنک میں ایسی متعدد تجوریاں ہیں جو موتیوں، ہیروں اور جواہرات سے بھری پڑی ہیں۔''

''والد صاحب نے نئی بستیاں آباد کیں۔ نئے قصبے تعمیر کرائے۔ سکول کھولے۔ ایران کی پہلی یونیورسٹی قائم کی۔ ہسپتال کھولے۔ کارخانے کھولے۔ سڑکیں بنوائیں۔ بندرگاہیں اور اوّلین بجلی گھر قائم کیے۔ اُس وقت کوئی قومی کرنسی نہ تھی۔ نیشنل سٹیٹ بنک سے مرکزی حکومت کی ضمانت پر کاغذی نوٹ جاری کرائے۔ 1927ء میں ٹرانس ایرانی ریلوے کی تعمیر وتنصیب کا کام شروع کیا جو 1939ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یہ ریلوے لائن 1500 کلومیٹر لمبی ہے جو بحیرۂ کیسپئن سے لے کر خلیج فارس تک پھیلی ہوئی تھی۔''

''1936ء میں ایران میں فرانس کے طرز اور نمونے پر عدالتی نظام قائم کیا گیا۔ لازمی پرائمری تعلیم کا آغاز کیا گیا، حالانکہ قابل اور تربیت یافتہ اساتذہ کا قحط تھا۔ جدید قانون اور جدید تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ''مولوی'' کو جو احتساب وقضا کے اختیارات حاصل تھے، وہ بہت حد تک محدود ہو گئے۔''

اِس تبدیلی پر تبصرہ آرائی فرماتے ہوئے شاہ ایران لکھتے ہیں: ''اس بنیادی تبدیلی کی اہمیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ مشرق قریب کے تقریباً تمام اسلامی ممالک میں وقوع پذیر ہوئی ہے۔ ایک جدید سیاسی نظام، جو بلاشبہ مغرب سے ماخوذ تھا، مولوی کی خوشنودی حاصل نہ کر سکا، کیونکہ جدیدیت نے مولوی کے بے شمار حقوق وامراعات سلب کر لیے ہیں اور اس سے اُس کے مفادات کو ضعف پہنچا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ ایسے نازک موڑ پر اپنی روحانی دولت میں اضافہ کرتے اور سیرت وکردار کو بلند کرتے، انہوں نے سیاسی اقتدار اور سیاسی سرگرمی ہی کو اپنا کُل کائنات بنا لیا۔ جہاں تک کیمونسٹوں کا تعلق ہے، انہوں نے بھی اپنے اصل نظریے سے سخت بے وفائی کی اور کیمونزم سے انحراف کرتے ہوئے ''اسلامی کیمونزم'' کی اصطلاح وضع کی، تاکہ مسلمانوں کو اس بہانے کیمونزم کی طرف مائل کیا جا سکے، لیکن کیمونزم اور اسلام میں منطقی ضدین کا بھی فاصلہ ہے اور قطبین کا بھی۔''

''اگر ہمارے والد صاحب بعض کٹر مولویوں کے سیاسی عزائم کا سختی سے مقابلہ نہ کرتے تو جس کام کا انہوں نے بیڑا اٹھایا تھا، اُسے پورا کرنا، اُن کے لیے، بہت دشوار ہو جاتا، ایران کا ایک جدید مملکت کے طور پر اُبھرنا ممکن نہ ہوتا۔ چونکہ وہ رجعت پسند، جنونی، خبطی، فرقہ پرست مولویوں کی عزت نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ لامذہب اور بے دین ہیں حالانکہ وہ

سچے اور مخلص مسلمان تھے۔ وہ دیانت، سچائی اور شجاعت پر عقیدہ رکھتے تھے...... مولوی کے رُوحانی اقتدار اور منبر پر اُس کی عظمت و بالاتری کو بالکل نہیں چھیڑا گیا، نہ اس کی حیثیت و اہمیت کا مقابلہ کیا گیا، نہ کیا جاسکتا تھا۔ دین کو دنیا پر جو تفوق حاصل ہے، وہ ایک مسلّمہ تھا اور ہے۔ اصل مسئلہ صرف یہ تھا کہ ایران کو بیسویں صدی کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے قابل بنایا جائے۔ اسے جدید بنایا جائے (اور مولوی صاحبان وقت کو پیچھے کی طرف پلٹانے کی کوشش کرتے ہیں)۔ والد صاحب کا ادعا یہ تھا کہ بیسویں صدی میں کوئی قوم جو ابہام، اوہام، ظلمت کا شکار ہو، وہ ہرگز پنپ نہیں سکتی۔ روحانیت ایک ایسی چیز ہے جس کو سیاست و معاشیات سے بلند و ماوراء رہنا چاہیے۔ وہ مخلص اور عظیم مسلمان تھے۔''

انہوں نے کمیونزم اور کفر و الحاد کی قوتوں کا بھی سختی سے مقابلہ کر کے اپنے مذہب کو مادہ پرستی سے بچایا، لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایسا کرتے وقت انہوں نے مولویوں کے مطالبات کو بھی تسلیم کر لیا جو اپنے عقائد و اعمال میں بہت رجعت پسند اور پچھلے زمانے کے لوگ تھے۔''

''انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایران کے شہریوں کو پُرانے زمانے کا مشرقی لباس...... ڈھیلے ڈھالے کپڑے، چوڑی موری کے پاجامے، بھاری بھرکم پگڑیاں اور ٹوپیاں...... ترک کر دینا چاہیے۔ بعض لوگوں کو اِس فیصلے سے تکلیف پہنچی اور ناک بھوں چڑھائی۔ اور جب عورتوں سے کہا گیا کہ وہ اپنے برقعے اتار پھینکیں اور سیاہ نقابیں اتار کر مردوں کے شانہ بشانہ میدانِ عمل میں آئیں تو بعض مولویوں نے اسلام کے نام پر اُن کی سخت مخالفت کی۔ ہم نے بھی والدِ محترم کے اِن فیصلوں پر سختی سے عمل کرایا۔''

دوسری جنگِ عظیم

اب ایران کی حالیہ تاریخ مزید تیزی سے یوں آگے کو بڑھی کہ 3 ستمبر 1939ء کو دوسری جنگِ عظیم کا آغاز ہو گیا۔ جنگ کے ابتدائی زمانے میں، اور پھر اپریل 1941ء تک، جب تک کہ محوری طاقتوں نے بلقان پر جارحانہ حملہ نہیں کیا، خیال یہی تھا کہ اِس خوفناک جنگ میں ایران کو ملوث نہیں کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ جب 22 جون 1941ء کو روس پر حملہ ہوا، تب بھی ایران نے بڑے دعوے کے ساتھ اپنی غیر جانب داری کا ایک بار پھر اعلان کیا۔

روس کی حالت پتلی ہو گئی۔ اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ اتحادیوں سے مدد طلب کی جائے۔ رسد اور کمک کا شمال سے آنا دشوار تھا۔ بحیرۂ روم کی طرف سے آنا ممکن نہ تھا۔ ترکی نے آبنائے بن کر دی تھی۔ جنرل رومیل نے شمالی افریقہ پر چڑھائی کر رکھی تھی اور اسکندریہ کسی بھی وقت اُس کے تسلط میں آنے والا تھا۔ بلغاریہ اور یونان جرمنی کی ماتحتی میں پہلے ہی جا چکے تھے۔ 1942ء کی گرمیوں میں جرمنی کو یونٹیں کوہ قاف میں مائکوپ کے تیل کے مرکز تک پہنچ چکی تھیں۔

اتحادی طاقتوں کے لیے رُوس کی مدد کرنے کا صرف ایک ہی راستہ رہ گیا تھا، اور وہ تھا خلیج فارس کا راستہ۔ پس ایران ایک بار پھر سیاسی اعتبار سے نہ سہی، جنگی اعتبار سے نہایت اہم علاقہ بن گیا۔ عین اُس زمانے میں اٹلی کے طیاروں نے خلیج فارس کے علاقے میں دو تین بم گرا دیے۔ کہا یہ گیا کہ خلیج میں جرمنی کے جو تجارتی جہاز موجود ہیں، وہ فوج کے ہیں اور مسلح ہیں۔ رُوس کو رسد اور کمک بھیجنے کے لیے ایران کا راستہ کھولنے پر اتحادی طاقتوں سے معاہدہ ہو سکتا تھا، لیکن برطانیہ نے معاملے کو پسِ پشت ڈال دیا۔

اُدھر تہران میں رُوس اور برطانیہ کے سفیر ایران پر سخت دباؤ ڈال رہے تھے کہ ایران میں جرمنی کے جتنے بھی کاریگر اور ماہرین کام کر رہے ہیں، انہیں نکال باہر کیا جائے۔ ایرانی حکومت بھی اِس مشکل صورتِ حال سے نکلنے کی تدبیریں سوچ ہی رہی اور کوئی مناسب اقدام کرنے والی تھی کہ 22 اگست 1941ء کی صبح کو، کسی قسم کی وارننگ یا چیلنج کے بغیر دونوں طاقتوں کی متحدہ افواج نے ایران پر حملہ کر دیا۔

شمال کی طرف سے رُوس کی بکتر بند ڈویژن نے آذربائیجان کی سرحد عبور کی۔ دوسری رُوسی یونٹیں خراسان کے مشرق میں، اور پوری مشرقی سرحد کے ساتھ ساتھ پوری طاقت سے آگے بڑھیں۔ پانچ برطانوی ڈویژن جنوب مشرق، مغرب اور جنوب سے بڑھی چلی آ رہی تھیں۔ رائل ایئرفورس کے بمبار طیارے اہواز، بندر شاہ پور اور خرم شہر کے فوجی ٹھکانوں پر ٹھیک ٹھیک بمباری کر رہے تھے، لیکن انہوں نے تیل کے کارخانوں کو دانستہ معاف کر رکھا تھا، کیونکہ وقت پر اُن کے کام آئیں گے۔ 25 اگست کو رائل نیوی کے ایک جنگی جہاز نے آبادان کے قریب ایران کے ایک جہاز کو ڈبو دیا۔ سوویت رُوس کی فضائیہ نے تبریز، قزوین، بندر پہلوی، فزاجہ اور رشت کے قصبوں پر بمباری کی۔

28 اگست کو رضا شاہ پہلوی نے اپنی فوج کو ہتھیار رکھ دینے کا حکم دیا۔ اُن کو وارننگ دی گئی تھی کہ ہتھیار نہ ڈالے گئے تو 17 ستمبر کو اتحادی افواج تہران کے محصور شہر میں داخل ہو جائیں گی۔

17 ستمبر 1941ء کو رضا شاہ پہلوی تاج و تخت سے دست بردار ہو گئے۔ پارلیمنٹ کے سامنے یہ اعلان وزیراعظم فروغی نے پڑھ کر سنایا:

''میں نے اللہ اور قوم کی تائید کے ساتھ اپنے پیارے بیٹے محمد رضا پہلوی کے حق میں دست بردار ہونے کا نازک فیصلہ کر لیا ہے۔''

دست برداری کے بعد رضا شاہ نے جلاوطنی اختیار کی۔ 1944ء میں جوہنسبرگ کے مقام پر وفات پائی۔ اُس وقت نئے اور آخری بادشاہ محمد رضا کی عُمر بائیس سال تھی۔

تصویر کا دوسرا رُخ

حقیقت یہ تھی کہ رضا شاہ کو ایران میں اسلام اور اسلامی روایات کو مٹانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، اور یہ کام انہوں نے ذاتی دلچسپی اور تن دہی سے انجام دیا۔ اُس وقت تک سلطنتِ برطانیہ کا سورج غروب ہو رہا تھا اور مغرب ہی میں امریکا کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ انگریزوں کے ساتھ ساتھ اب امریکیوں نے بھی یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک یہ خاندان مغرب نوازی کے پردے میں اسلام کشی کی ذمہ داری نبھا رہا ہے، اُس وقت تک اسے برقرار رکھا جائے۔ پہلوی خاندان (یعنی باپ اور پھر بیٹے نے) اس خیانت آمیز ذمہ داری کی اِس مہارت سے انجام دیا کہ امریکا نے اُن کو مزید ترقی دینے کے لیے، اپنی اِس پٹھو حکومت کو مشرق وسطیٰ میں سامراجی (بلکہ سی آئی اے) ایجنٹ کی حیثیت سے منتخب کر لیا اور خلیج فارس اور بحیرۂ عمان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری رضا شاہ کو سونپ دی گئی جو مغرب کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل تھی۔ رضا خان کو یہ واضح ہدایت بھی کر دی گئی کہ وہ اسرائیل کے ساتھ تعاون کرے اور علاقے کی رجعت پسند حکومتوں کو مستحکم بنائے۔

مغربی، بالخصوص امریکی سامراج نے تمام اسلامی ممالک سے اسلامی تہذیب کو مٹانے کا فیصلہ کر لیا تھا، تاکہ وہ اس طرح مسلمانوں کو کمزور کر کے اپنی راہ سے تمام روڑے ہٹا سکے۔ اپنے سب سے پہلے اقدام کا آغاز رضا خان پہلوی کی مدد سے ایران میں کیا۔ مرد و زن کی شناخت ختم، یکساں لباس، عریانی، دینی مدارس کی تخریب، اور زندگی کے ہر گوشے میں مغربیت کی ترویج، یہ سب چیزیں ماضی میں ناصر الدین قاچار نے بھی ایرانیوں سے زبردستی اختیار کرائی تھیں، مگر رضا خان نے تو سرگرمی اور فعالیت دکھانے میں کمال کر دیا۔

(جاری ہے)

سونے کا کرتہ

جاوید چودھری

یہ ہفتے کا دن تھا، اپریل کی پانچ تاریخ تھی اور 2008ء کا سن تھا، لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس زاہد حسین اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کے ساتھ نکلے، دونوں چھوٹی گاڑی میں بیٹھے اور ایوان عدل چلے گئے، چیف جسٹس عام سائل بن کر مختلف عدالتوں کے چکر لگاتے رہے، وہ عدالت میں جاتے، خود کو ایک فرضی سائل بتاتے اور ریڈر سے اگلی پیشی کی تاریخ کی درخواست کرتے، ریڈر اس کام کے لئے ان سے رشوت طلب کرتے اور چیف جسٹس چپ چاپ دوسری عدالت میں چلے جاتے۔ چیف جسٹس کے اس "چھاپے" کے دوران دو سول جج اپنی عدالتوں سے غائب بھی پائے گئے۔ ان سول ججوں کی عدالتوں کے سامنے سائلین کا ہجوم لگا تھا۔ یہ سائل اپنے اپنے منصف کا انتظار کر رہے تھے جبکہ منصف کسی زیادہ اہم کام میں مصروف تھے۔ ایوان عدل میں اس وقت سینکڑوں کی تعداد میں سائل موجود تھے۔ یہ سائل مہینوں اور برسوں سے عدالتوں کے دھکے کھا رہے تھے، لیکن انہیں اگلی تاریخ مل جاتی تھی اور مقدمہ اسی جگہ کھڑا رہتا تھا۔ چیف جسٹس مختلف مقدموں کی کارروائی سننے کے لئے عدالتوں میں بھی بیٹھتے رہے۔ وہ اپنی آنکھوں سے وکیلوں کی جرح، ججوں کے سوالات اور سائلین کی بے بسی دیکھتے رہے۔ وہ جب اس مشاہدے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے رجسٹرار اور ممبر انسپکشن ٹیم کو کرپٹ ریڈرز اور ڈیوٹی سے غیر حاضر سول ججوں کے خلاف فوری کارروائی کا حکم جاری کر دیا۔

چیف جسٹس کے اس چھاپے کے فوری طور پر دو نتائج نکلے۔ اول چیف جسٹس کو عدالتی نظام، قانون کی خامیوں، سائلوں کی پریشانیوں، عدالتی عملے کی بے ایمانیوں اور انصاف کے راستے میں حائل رکاوٹوں کے مشاہدے کا موقع ملا اور دوم چیف جسٹس کو اپنے درمیان پا کر لوگوں کے اعتماد میں اضافہ ہوا۔ یہ اس نوعیت کا واحد واقعہ تھا، اس سے قبل چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے ماتحت عدالتوں کی کارکردگی کا اندازہ لگانے کے لئے ایک میکنزم وضع کیا تھا اور اس میکنزم کے نتائج بھی سامنے آنا شروع ہو گئے تھے لیکن ماتحت عدالتوں کے خفیہ دوروں اور چھاپوں کا شاید یہ واحد واقعہ ہے۔ یہ ایک اچھی روایت ہے اور اگر ہو سکے تو دوسری ہائی کورٹس کے چیف جسٹس صاحبان اور سینئر جج بھی مہینے میں ایک آدھ دن اسی طرح ماتحت عدالتوں کا چکر لگا لیا کریں تو اس سے انصاف کی فراہمی کا عمل بھی آسان ہو جائے گا اور ہزاروں لاکھوں لوگوں کا بھی بھلا ہو جائے گا۔

ہم اگر اپنے ملک کے نظام کا جائزہ لیں تو ہمیں اس

> **پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس میں عام آدمی کو دل اور کینسر تک کے علاج کی سہولت حاصل نہیں جبکہ اعلیٰ سرکاری افسروں، وزراء اور ارکان اسمبلی فیس کریمیں اور باڈی لوشن تک سرکاری خزانے سے حاصل کرتے ہیں، کیوں؟**

کے بگاڑ کی بے شمار وجوہات دکھائی دیتی ہیں لیکن ان سے سب سے بڑی وجہ صاحبان اختیار اور عام شہری میں فاصلہ بھی ہے۔ بدقسمتی سے اس ملک میں جس شخص کے پاس اختیار ہے وہ عوام سے بہت دور بیٹھا ہے، مثلاً آپ تعلیم ہی کو لیجئے، اس ملک کی تعلیمی پالیسی ہمیشہ ایسے لوگ بناتے ہیں جن کے بچے پیدائش کے چند ماہ بعد ملک سے باہر چلے جاتے ہیں اور وہاں سے اعلیٰ تعلیم پا کر واپس آتے ہیں چنانچہ یہ لوگ پوری زندگی پاکستان کے نظام تعلیم، پاکستانی اداروں کے سلیبس، اساتذہ کے معیار اور سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اصل حالت زار سے ناواقف رہتے ہیں۔ پاکستان کی وزارت تعلیم کا شاید ہی کوئی افسر اس حقیقت سے واقف ہو کہ اس ملک کے 42 فیصد طالب علموں کے پاس سکول اور کالج تک پہنچنے کے لئے سواری نہیں۔ چنانچہ آپ پاکستان کے کسی قصبے، کسی شہر میں چلے جائیں، آپ کو صبح سویرے لاکھوں بچے مکھیوں کی طرح بسوں اور ویگنوں سے چمٹے دکھائی دیں گے۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس کے طالب علم بسوں اور ویگنوں کی چھتوں پر بیٹھ کر سکول کالج پہنچتے ہیں اور ساٹھ برسوں میں کوئی حکومت طالب علموں کے لئے ٹرانسپورٹ پالیسی نہیں بنا سکی، کیوں؟ صرف اس لئے کہ آج تک کسی تعلیمی بورڈ کے چیئرمین، کسی سیکرٹری ایجوکیشن اور کسی وزیر تعلیم کا بچہ بس سے لٹک کر سکول نہیں گیا اور کسی وزیر تعلیم، کسی سیکرٹری اور کسی چیئرمین کو صبح سویرے یہ منظر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مجھے یقین ہے اگر کسی دن وزیر تعلیم گوجر خان چلے جائیں اور صبح سویرے کسی طالب علم کے ساتھ بس کے پائیدان پر لٹک کر کالج پہنچیں تو انہیں طالب علموں کے اصل مسائل کا علم ہو جائے۔ اسی طرح پاکستان کے 82 فیصد سکولوں میں ٹوائلٹس نہیں ہیں، 62 فیصد میں پینے کا پانی نہیں، 41 فیصد میں اساتذہ پورے نہیں ہیں اور 34 فیصد سکولوں کی عمارتیں غیر محفوظ ہیں اور پاکستان میں جی ہاں ہمارے ملک کے 45 فیصد سکولوں اور کالجوں میں سائنس کی لیبارٹریاں نہیں ہیں، کیوں؟ کیونکہ آج تک کسی وزیر تعلیم کے بچے نے ان سکولوں میں تعلیم نہیں پائی اور کسی سیکرٹری اور وزیر کو ان سکولوں میں جھانکنے اور چھاپے مارنے کی توفیق نہیں ہوئی، مجھے یقین ہے جس دن احسن اقبال لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی طرح چھوٹے قصبوں کے سکولوں اور کالجوں کے اچانک دورے شروع کریں گے، اس دن ہمارے نظام تعلیم میں تبدیلی آنا شروع ہو جائے گی۔

آپ پولیس کے محکمے کو دیکھئے، پاکستانی پولیس بدتمیزی، ناشائستگی اور کرپشن میں پوری دنیا سے آگے ہے۔ ہمارے تھانوں میں تفتیش کے دوران بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں اور پولیس مک مکا اور رشوت کے بغیر سلام تک کا جواب نہیں دیتی، کیوں؟ کیونکہ ہماری رولنگ کلاس کا ہر شخص پولیس کی گرفت سے دور بیٹھا ہے۔ مجھے یقین ہے اگر کسی دن وزیراعظم، وزیراعلیٰ، وزیر داخلہ اور آئی جی بھیس بدل کر ڈونگا بونگا کے صدر تھانے چلے جائیں یا پھول نگر کے ایس ایچ او کے قابو آ جائیں تو ان کے سارے طبق روشن ہو جائیں اور انہیں اس دن معلوم ہو، پولیس کیا چیز ہوتی ہے؟

آپ صحت کے محکمے کو بھی لے لیجئے، 16 کروڑ

لوگوں کے صحت کا بجٹ محض 50 ارب روپے ہے اور ان 50 ارب روپوں میں سے بھی 30 ارب روپے تنخواہوں اور عمارتوں کی تزئین و آرائش پر خرچ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ پاکستان میں تمام مریضوں کو سر درد سے لے کر کینسر تک کی دوائیں بازار سے خریدنا پڑتی ہیں اور دانت درد سے لے کر اوپن ہارٹ سرجری تک تمام آپریشن اپنے مکان یا موٹر سائیکل بیچ کر کرانا پڑتے ہیں۔ آپ حد ملاحظہ کیجئے، پاکستان میں لوگوں کو آنکھ کے آپریشن کے لئے گردے بیچنا پڑتے ہیں۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس میں عام آدمی کو دل اور کینسر تک کے علاج کی سہولت حاصل نہیں جبکہ اعلیٰ سرکاری افسروں، وزراء اور ارکان اسمبلی فیس کریمیں اور باڈی لوشن تک سرکاری خزانے سے حاصل کرتے ہیں، کیوں؟ کیونکہ آج تک ہمارے کسی وزیر، کسی سیکرٹری اور کسی ڈی جی کو سرکاری ہسپتال کے دورے کی توفیق نہیں ہوئی، آپ یقین کیجئے جس دن ہمارے وزیر صحت، سیکرٹری یا ڈی جی بھیس بدل کر کسی قصبے کے ہسپتال میں چلے گئے اور انہیں مریضوں کے ساتھ آدھ گھنٹہ گزارنے کا موقع مل گیا تو میرا دعویٰ ہے یہ لوگ شام کو کھانا نہیں کھاسکیں گے۔

> **ہمارے حکمران جب تک خود پولیس کے ہاتھوں جوتے نہیں کھائیں گے، یہ کسی سول مقدمے میں نہیں پھنسیں گے یا ان کا بچہ بھی بس کے ساتھ لٹک کر سکول نہیں جائے گا اس وقت تک یہ لوگ بھی بوری کی قمیض کو سونے کا کرتہ سمجھتے رہیں گے**

عدلیہ کی بھی یہی صورتحال ہے۔ ہمارے ملک میں قانون اور آئین کی یہ حالت ہے کہ ہمارے صدر کو چیف جسٹس کا ایک انکار پسند نہیں آیا تھا اور انہوں نے پوری عدلیہ کو لپیٹ کر گودام میں پھینک دیا تھا۔ آپ اس واقعے سے لوئر جوڈیشری کا اندازہ لگا لیجئے، اس ملک میں مکان کا ناجائز قبضہ چھڑانے کے لئے تین تین نسلوں کو عدالتوں میں دھکے کھانا پڑتے ہیں اور آپ اس وقت تک ریڈر سے مقدمے کی نقل حاصل نہیں کر سکتے جب تک آپ ریڈر کی جیب گرم نہیں کر لیتے اور ہمارے ملک میں ایک بھی ایسی عدالت نہیں جس میں سائلوں کے لئے سائبان، ٹھنڈے پانی اور بیٹھنے کے لئے بینچ ہوں اور جس میں سول جج کو صرف اتنے کیس دیئے جاتے ہوں، جتنے وہ سن سکتا ہو۔ چنانچہ یہاں تعلیم ہو، صحت، تحفظ یا پھر انصاف عوام کو کوئی بنیادی حق حاصل نہیں، پاکستان میں آج تک انصاف کیوں قائم نہیں ہوسکا؟ اس کی بے شمار وجوہات میں سے ایک وجہ ہمارے سیشن جج بھی ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے جج بھی دوسرے صاحبوں کی طرح صرف اپنے کورٹس روم تک محدود ہیں۔ ان لوگوں نے بھی اپنی عدالت کے برآمدے میں جھانک کر نہیں دیکھا۔ اگر یہ لوگ بھیس بدل کر ملک کی مختلف عدالتوں کا چکر لگانا شروع کر دیں تو شاید حالات بدل جائیں۔

مجھے یہاں ایک بادشاہ کا قصہ یاد آ رہا ہے۔ اس کے غلام نے بوری کا کرتہ پہن رکھا تھا۔ بادشاہ نے بوری کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''واہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم نے سونے کا کرتہ پہن رکھا ہے۔'' غلام نے ادب سے جواب دیا: ''جناب بادشاہوں کو دوسروں کی بوریاں بھی سونا دکھائی دیتی ہیں اور میرا خیال ہے جب تک آپ اسے ایک بار پہن کر نہیں دیکھ لیتے اس وقت تک یہ بوری سونے کا کرتہ ہی رہے گی''۔ بدقسمتی سے ہمارے حکمران بھی ایسے ہی بادشاہ ہیں اور یہ بھی بوری کو سونے کا کرتہ سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ جب تک یہ لوگ خود پولیس کے ہاتھوں جوتے نہیں کھائیں گے، یہ کسی سول مقدمے میں نہیں پھنسیں گے یا ان کا بچہ بھی بس کے ساتھ لٹک کر سکول نہیں جائے گا اور جب تک یہ لوگ بھی جیب میں دس روپے ڈال کر کینسر کلینک کے سامنے کھڑے نہیں ہوں گے، اس وقت تک یہ لوگ بھی بوری کی قمیض کو سونے کا کرتہ سمجھتے رہیں گے۔ یہ لوگ بھی خیالی جنتوں کی سیر کرتے رہیں گے۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

پریس ریلیز **6 اپریل 2008**

غلبہ دین حق کی جدوجہد میں شامل افراد اپنی زندگیوں میں ممکنہ حد تک شریعت کی پابندی کریں

ڈاکٹر اسرار احمد

پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کا خواب اس وقت تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا جب تک اس سے متعلق چند لازمی بنیادی تقاضے پورے نہیں کیئے جاتے۔ یہ تقاضے میرے نزدیک یہ ہیں:

سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ اسلامی نظام کے قیام یا دین اسلام کے غلبہ کے لئے جدوجہد میں شامل افراد کے دل ایمان حقیقی یعنی یقین والے ایمان سے منور ہوں۔ انہیں اللہ کی قدرت کاملہ، آخرت، حساب کتاب کے دن اور جنت اور دوزخ کا کامل یقین ہو اور یہ کہ بطور مسلمان، اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد ہر مسلمان کا اولیں اور اہم ترین دینی فریضہ ہے جس کے لئے جماعت شرط لازم ہے، ورنہ محض مسلمان ہونا اور انفرادی نیکی اور بھلائی کے کام کفایت نہیں کرتے۔

دوسرا تقاضا ہے کہ اس جدوجہد میں شامل افراد اپنی زندگیوں میں ممکنہ حد تک شریعت کی پابندی کریں، مثلاً سودی لین دین سے اجتناب اور شرعی پردہ کا اہتمام وغیرہ۔ اگر آپ اسلامی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں تو اپنی زندگی میں تبدیلی لائیں ورنہ صرف اسلام کے نعرے لگانے سے کام نہیں بنے گا۔

تیسرے یہ کہ اس جدوجہد میں شامل ہر فرد جماعتی نظم کی پابندی اپنے اوپر لازم کرے، تا کہ ایک قیادت میں ایک مضبوط اور منظم جماعت وجود میں آئے جو ایک حکم پر پیش رفت یا پسپائی اختیار کرے۔ اسی طرح میدان میں آ کر باطل کو چیلنج کرنے کے لئے اتنی قوت حاصل کر لی گئی ہو کہ بظاہر احوال باطل قوتوں کے مقابلہ میں کامیابی یقینی ہو۔ اس کے بعد دنیاوی لحاظ سے تخت ہوگا یا تختہ۔ البتہ آخرت کے لحاظ سے ان شاء اللہ کامیابی ہی ہوگا، مگر اس کے لئے لازم ہے کہ پیش نظر مقصد فقط حصول رضائے الٰہی کے ذریعہ نجات اخروی ہو۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن نہ مال غنیمت، نہ کشور کشائی

یہ بات بانی تنظیم اسلامی، ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن آڈیٹوریم میں سوال وجواب کی نشست میں ایک سوال کے جواب میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ درحقیقت ہماری دنیاوی اور اخروی کامیابی اسلامی نظام کے قیام پر منحصر ہے کیونکہ اسلام کے بغیر خود پاکستان کی بقاء اور استحکام بھی خطرہ میں رہے گا جس پر کہ ہماری دنیاوی زندگی کا دارومدار ہے۔

سردار اعوان (معتمد ذاتی)

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

غلام رسول زاہد

ایک پاکستانی پولیس آفیسر جنہیں اقوام متحدہ کے امن مشن برائے کوسوو، میں خدمات سر انجام دینے کا موقع ملا تھا، ان کے تجربات پر مشتمل تحریر سے چند اقتباسات اردو ڈائجسٹ کے شکریے کے ساتھ قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش ہیں (ادارہ)

کوسوو میں اُنچاس ملکوں کے پولیس آفیسر مل جل کر مشن کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو رہے تھے۔ ان ملکوں میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور اٹلی جیسے ترقی یافتہ ممالک سے لے کر گھانا، زمبابوے، کیمرون اور گیمبیا جیسی پس ماندہ اقوام بھی شامل تھیں۔ یوں ایک طرف اس تقابلی ماحول میں ہر ملک سے تعلق رکھنے والے افراد کی قابلیتوں اور صلاحیتوں کے جوہر کھلتے اور گل کھلتے، دوسری طرف ان بھانت بھانت کی اقوام کے مخصوص رویے، جداگانہ کردار اور امتیازی رجحانات واضح طور پر ابھر کر سامنے آتے۔

ہمارے لیے یہ بات فخر انگیز حیرت کا باعث تھی کہ پاکستانی پولیس افسر اقوام متحدہ کے اس بین الاقوامی مشن اور ماحول میں اپنی کارکردگی اور صلاحیت کے اعتبار سے بہترین شمار ہوتے تھے۔ نتیجہ خیز محنت اور پیشہ وارانہ مہارت کے اعتبار سے صحیح معنوں میں ان کے مدمقابل یا حریف اگر کوئی تھے تو ہندوستانی افسر۔ کیا ستم ظریفی ہے کہ یہی پولیس افسر جب پاکستان میں سرگرم عمل ہوتے ہیں تو عامۃ الناس سے لے کر اخبارات، چوراہوں، عدالتوں اور حکومتی ایوانوں تک سب جگہ ہدفِ ملامت اور نشانِ تضحیک بنتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ یہاں اپنی کامیابیوں اور سرخروئیوں کی بدولت سبقت لے جانے والوں اور عزت پانے والوں میں سے تھے۔

دراصل بدقسمتی سے وطنِ عزیز میں کسی بھی شعبہ حیات کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ بہترین افرادی سرمایہ بھی ایک بگڑے ہوئے نظام میں کوئی نتیجہ خیز اور ثمر آور کارکردگی نہیں دکھا سکتا۔ ہمارے پولیس افسر ہی نہیں، زندگی کے تمام شعبوں سے وابستہ افراد جیسے ڈاکٹر انجینئر، سائنس دان، ماہرین تعلیم دوسرے ممالک میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا لوہا منواتے ہیں لیکن گھر کے فاسد و جامد نظام میں زنگ آلود اور کند ہو جاتے ہیں۔

امریکہ اور یورپ کے پولیس افسر محض اوسط درجے کی قابلیت کے مالک تھے، لیکن شفاف اور مستعد نظام کے کل پرزے ہونے کی وجہ سے انہیں اپنا کردار ادا کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ ہمارا ملک خداداد صلاحیتوں کے لحاظ سے خالص سونے کی وہ نایاب کان ہے جس پر کوئلوں کے دلال مسلط ہیں۔

امریکی افسر قابلیت اور ذہانت کے لحاظ سے مایوس کن تھے لیکن ان میں بلا کا اعتماد پایا جاتا تھا، ہم چو دیگرے نیست، ان میں سے ہر ایک کے مزاج کا حصہ تھا۔ اردنی افسر خوش مزاج لیکن لاپرواہ تھے، جبکہ مصریوں میں استعداد کار کے ساتھ ساتھ ایک طرح کا غرور پایا جاتا تھا۔ نیپالی اور بنگالی

ہمارا ملک خداداد صلاحیتوں کے لحاظ سے خالص سونے کی وہ نایاب کان ہے جس پر کوئلوں کے دلال مسلط ہیں

افسر خاموشی اور عدم جارحیت کا مظاہرہ کرتے لیکن کارکردگی کے لحاظ سے اوسط شمار ہوتے۔ برطانوی اور فرانسیسی افسر وضع داری میں امریکیوں سے واضح فرق رکھتے تھے۔ پاکستانی اور بھارتی افسر اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے نمایاں تھے، تاہم ہندو افسروں کے رویے بہت سی تاریخی حقیقتوں کی توثیق کرتے تھے۔ ترک کھرے اور مخلص تھے۔ ان کی شکل وشباہت اور ملنے جلنے کے رویوں میں قومی وجاہت جھلکتی تھی۔

1999ء میں جنگ کے فوراً بعد اقوام متحدہ کی طرف سے وکے خوا، یعنی کوسوو فورس کے چالیس ہزار فوجیوں سمیت تقریباً ایک لاکھ بین الاقوامی افسر اور اہلکار سرزمین کوسوو میں داخل ہو چکے تھے۔ ان کی آمد کے ساتھ ہی جسم فروشی کے کاروبار میں اتنی تیزی آئی کہ معمولی سا مقامی دھندہ ایک بین الاقوامی کاروبار کی شکل اختیار کر گیا۔

دراصل روسی اتحاد کا شیرازہ بکھرنے کے ساتھ ہی یہ وبا پورے یورپ میں پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ہر سال پونے دو لاکھ عورتیں مشرقی یورپ اور روس سے غیر قانونی طور پر منتقل ہو کر یورپ پہنچتی ہیں۔ ان کی اکثریت پچیس سال سے کم سن لڑکیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ بعض کی عمر صرف بارہ اور اٹھارہ سال کے درمیان ہوتی ہے۔

ساری دنیا میں اگر بیس لاکھ عورتیں اس گھناؤنے جرم کا شکار ہیں تو ان میں سے پانچ لاکھ کا تعلق صرف اس ایک خطے سے ہے۔ اکیسویں صدی کے روشن اور مہذب عہد میں، "سفید غلامی" کی یہ نئی قسم نام نہاد روشن خیال اور ترقی یافتہ قوموں کی تیرہ باطنی کی صرف ایک ہلکی سی جھلک پیش کرتی ہے۔

میرے کوسوو میں تعیناتی کے ایک سال کے عرصے کا اختتام قریب تر تھا۔ ان دنوں سی آئی اے کی ایک رپورٹ کا بہت چرچا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ 2015ء تک پاکستان ایک ایسی ناکام ریاست بن کر رہ جائے گا جس میں خانہ جنگی، نیوکلیائی ہتھیاروں کے لئے آویزش، صوبائی تعصب اور مذہبی جنون کا طوفان برپا ہوگا۔ اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ پاکستان آخرکار یوگوسلاویہ جیسی بدنصیبی اور زبوں حالی سے دوچار ہو جائے گا۔ ہم چونکہ گزشتہ ایک سال سے سابقہ یوگوسلاویہ میں موجود تھے اس لئے اس تشبیہ کے مضمرات کو بخوبی سمجھ سکتے تھے۔ دوسری آفتوں کے علاوہ دو بڑی ہلاکت آفریں تباہیاں جو سابقہ یوگوسلاویہ کے افق پر آگ اور خون کی بارش برساتی رہیں، ان میں سے ایک نسلی تعصب تھا اور دوسری غیر ملکی یلغاریں۔

جب میں اسلام آباد کے بین الاقوامی ہوائی اڈے کی عمارت سے باہر نکل رہا تھا تو میرے دائیں کندھے سے لٹکے ہوئے بیگ میں قرآن پاک تھا اور بائیں ہاتھ میں اعشاریہ 38 بور کا ریوالور۔ ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں یہ خیال کوندا کہ روئے زمین پر امن قائم کرنے کی دراصل یہی دو ضمانتیں ہیں۔ ایک کامیاب امن بردار وہی ہے جو مظلوموں کے زخموں پر مرہم رکھے اور ان کے آنسو پونچھنے کے ساتھ ساتھ خون آشام بھیڑیوں کے درندگی پر اترے ہوئے غول کا ایک غضب ناک شیر کے مانند بھرپور مقابلہ بھی کر سکتا ہو۔ عصا کے بغیر کلیمی اور یدِ بیضا دونوں ادھورے اور نا تمام ہیں یعنی

؎ عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

تنظیم اسلامی میرپور کے زیر اہتمام درس قرآن

تنظیم اسلامی میرپور آزاد کشمیر کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن 11 مارچ 2008ء کو کشمیر پریس کلب میرپور میں منعقد ہوا۔ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے ناظم خالد محمود عباسی نے "نیکی کی حقیقت" کے عنوان سے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 177 کی روشنی میں حاضرین سے خطاب فرمایا۔ انہوں نے بتایا کہ اس آیت مبارکہ میں نیکی کا ایک جامع اور مکمل تصور پیش کیا گیا ہے۔

درحقیقت ہر انسان اپنے ضمیر کی خلش مٹانے کے لئے نیکی کا کوئی نہ کوئی تصور اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ پھر وہ اس نیکی کی آڑ لے کر اپنی برائیوں اور گناہوں پر اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لئے جواز تلاش کرتا ہے۔ ہر طبقہ اور مکتبہ فکر حتیٰ کہ جیب کتروں، ڈاکوؤں اور فاحشہ عورتوں کے ہاں بھی نیکی کا کوئی نہ کوئی ناقص یا خودساختہ تصور موجود ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور بیوروکریسی کے نزدیک فرائض منصبی کی ادائیگی ایک نیکی ہے جبکہ نماز، روزہ فرد کا نجی معاملہ ہے۔ ایسے ہی کچھ دینی طبقات کا سارا زور ظواہر پر ہے جبکہ روح دین پر کوئی توجہ نہیں۔ قرآن حکیم نیکی کا ایک جامع اور ہمہ گیر تصور پیش کرتا ہے۔ قرآن کے مطابق اللہ نے ہر انسان کو سماعت، بصارت اور عقل کی طرح نیکی اور بدی کا شعور دے کر دنیا میں بھیجا۔ لہٰذا قرآن نیکی کا تعلق ایمانیات سے جوڑتا ہے۔ اللہ پر ایمان اور اس کی محبت انسان کو نیکی پر ابھارتی ہے اور آخرت کا خوف اسے برے اعمال سے روکتا ہے۔ جبکہ نبوت و رسالت پر ایمان سے اسے عملی طور ایک کامل نمونہ اور آئیڈیل حاصل ہوتا ہے۔ جس میں نیکی کے تمام اعمال ایک خوبصورت توازن و تناسب سے موجود ہوتے ہیں۔ گویا قرآن کے مطابق وہی عمل نیکی قرار پائے گا جو اللہ کی رضا کے حصول اور اس کی ناراضی سے بچنے کے لئے ہو، نہ کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے۔ اور اخروی اجر وثواب کے لئے ہو نہ کہ دنیاوی نمود ونمائش کے لئے...... نیز وہ عمل لازماً نبی ﷺ کے سنت اور نمونہ کے مطابق ہو نہ کہ اپنی پسند اور نہ پسند کے مطابق۔ اسی بات کو نبی ﷺ فرمایا کہ جس کو میری سنت پسند نہیں اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

جب نیکی کی روح قلب انسانی میں جاگزیں ہو جائے تو اس کا اولین اظہار خدمت خلق اور انسانی ہمدردی کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ ارکان اسلام کی بحث میں سب سے پہلے نماز ہے لیکن نیکی کی بحث میں انسانی ہمدردی سب سے پہلے ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی انسان ہمارے نزدیک عالم، عابد یا زاہد ہو لیکن قرآن کے مطابق وہ نیک اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں انسانی ہمدردی اور نوع انسانی کی تکلیف دور کرنے کا جذبہ پیدا نہ ہو جائے۔ قرآن انسانی ہمدردی کے لئے ایک ترتیب بھی بیان کرتا ہے کہ کسی بھی فرد کی ہمدردی کے اولین مستحق اس کے رشتہ دار ہیں۔ پھر اس کے بعد ہیں یتیم، مسکین، مسافر، مانگنے والے اور وہ جن کی جانیں کسی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ خدمت خلق اور انسانی ہمدردی کے بعد عبادات اور حقوق اللہ میں سے نماز اور روزہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نیکی کی روح کو قائم رکھنے اور احساس بندگی کو تازہ رکھنے کے لئے نماز اور مال کی محبت دل سے نکالنے کے لئے زکوٰۃ کا بیان کیا گیا ہے۔ معاملات زندگی میں سے ایفائے عہد کا تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ انسانی معاملات کی اصلاح کے لئے ایفائے عہد کی بڑی اہمیت ہے۔ ہمارے سارے معاشرتی معاملات خواہ شادی بیاہ ہو یا خرید فروخت، ملازمت ہو یا مزدوری، کسی نہ کسی تحریری یا غیر تحریری معاہدے کی بنیاد پر ہی چلتے ہیں۔ اگر کسی معاشرے کے افراد کے دلوں میں ایفائے عہد کا جذبہ ہو جائے تو اس معاشرے سے بے یقینی اور بداعتمادی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ آخر میں تذکرہ ہے صبر و مصابرت کا، کیونکہ اس کے بغیر کوئی اعلیٰ وارفع کام ممکن نہیں۔ قرآن کے مطابق نیکی کا بول بالا کرنے کے لئے فقر وفاقہ برداشت کرنا یہاں تک کہ جان کی بازی لگا دینا نیکی کی معراج ہے۔ آخر میں فرمایا گیا ہے کہ یہی لوگ حقیقتاً متقی ہیں۔ پروگرام کے آخر میں ناظم دعوت فیاض اختر میاں نے کشمیر پریس کلب کی انتظامیہ اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ پروگرام کا اختتام ضلع مفتی جناب مفتی عبدالخالق کی پرسوز دعا پر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کے اس جامع تصور پر کاربند ہونے کی ہمت اور توفیق دے۔

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی نارتھ ناظم آباد کراچی کا ماہانہ تربیتی اجتماع

23 مارچ کو تنظیم اسلامی نارتھ ناظم آباد کا ماہانہ تربیتی اجتماع مقامی دفتر میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا بنیادی موضوع فکر آخرت تھا۔ وقت کی پابندی کے پیش نظر پروگرام کا آغاز صبح ٹھیک سات بجے ہوا۔ سب سے پہلے نوید مزمل نے سورۃ المومنون کے آخری رکوع پر درس دیا۔ انہوں نے "محاسبہ اُخروی" کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ دنیا دارالعمل ہے اور ہماری تخلیق بے مقصد نہیں بلکہ ہمیں ایک عظیم مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو خدا کے سامنے فرداً فرداً پیش ہونا ہے۔ اس کے بعد عبید فصیح نے مطالعہ حدیث کروانے کی ذمہ داری ادا کی۔ انہوں نے کہا حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ اس کے بعد سیرت النبی ﷺ کے ضمن میں خالد بشیر نے آپؐ کے سفر طائف کی مشکلات کا تذکرہ کرتے ہوئے رفقاء کے اندر دین کی خاطر قربانی و ایثار کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ بعد ازاں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا خطاب بعنوان "حزب اللہ کے اوصاف" بذریعہ ملٹی میڈیا دکھایا گیا۔

نو بجے ناشتے کے وقفہ کے بعد مقامی امیر اظہر ریاض نے دین و مذہب کے فرق کے موضوع پر مذاکرہ کرایا، جس کے بعد رفقاء کو سوالات کا موقع بھی دیا گیا۔ اس کے بعد سید کاشف علی نے ناصحانہ انداز میں رفقاء کو اجتماعات میں بروقت شرکت اور دین کے لئے وقت کو فارغ کرنے کا ذوق وشوق دلایا۔ اگلی نشست میں تنظیم میں رائج "انفرادی نظام دعوت" کے حوالے سے مقامی ناظم دعوت نوید مزمل نے رفقاء کی دعوتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا اور دعوتی کام کو تیز کرنے کی ترغیب و تشویق دلائی۔ اختتامی کلمات میں اظہر ریاض نے رفقاء کی شرکت کو سراہا اور غیر حاضر رفقاء کے لئے دعائے خیر کی۔

مجلس کا اختتام معینہ وقت ساڑھے گیارہ بجے مسنون دعا پر ہوا۔ اس اجتماع میں کل 35 رفقاء اور احباب نے شرکت کی۔

(مرتب: جناب فیض پاشا)

تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کے زیر اہتمام سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے 12 ربیع الاول کو مختلف دعوتی سرگرمیوں کا انعقاد کیا گیا۔ جن کی تفصیل ذیل میں مذکور ہے۔

دعوتی کیمپ:

دعوتی کیمپ کے لئے رفقاء صبح سوا دس بجے تنظیم کے دفتر میں جمع ہو گئے، جس کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز عبدالعظیم کی تذکیری گفتگو سے ہوا۔ انہوں نے سیرت کے حوالے سے اس دن کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بحیثیت رفقاء تنظیم اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ذکر واذکار کی اہمیت اور درود کی کثرت کا بالخصوص ذکر کیا اور گشت کے آداب سے آگاہ کیا۔ جس میں گروپ لیڈر کی اطاعت، نظروں کی حفاظت، متانت و سنجیدگی اور مسلسل ذکر کرتے رہنا اور وقفہ کے دوران سورۃ الکہف پڑھنا اور ان لوگوں کے لئے دعا کرنا بھی شامل ہے جن کو پروگرام کی دعوت دینی تھی۔ اس کے بعد ناظم پروگرام مصطفیٰ عمر نے رفقاء کو آگاہ کیا کہ ہمیں دعوت کس انداز میں دینی ہے اور اس پمفلٹ کے ذریعے ہم کیا پروگرام دے

رہے ہیں۔ انہوں نے رفقاء کو چھ(6) گروپوں میں تقسیم کر کے ان کو ان کے علاقہ کے بارے میں ہدایات دیں۔

گروپوں نے پونے گیارہ تا ایک بجے مختلف علاقوں میں گشت کیا۔ مختلف مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔ بعد میں رفقاء کھانے اور آرام کے لئے دفتر تنظیم میں جمع ہو گئے اور انہوں نے اپنے تاثرات بیان کیے اور جو مشکلات پیش آئی تھیں، ان سے آگاہ کیا۔ ناظم دعوت نے کہا کہ ہمیں مشکلات سے گھبرانا نہیں چاہیے کہ راہ دعوت کی مشکلات سے ہمیں حضور اکرم ﷺ سے ایک نسبت ہو رہی ہے کہ آپ ؐ کے ساتھ بھی اس طرح کے معاملات پیش آئے تھے اور آج کے دن کی مناسبت سے یہ نہایت اہم عمل ہے۔ اس کے بعد رفقاء اپنے علاقوں میں واپس گئے اور بقایا گشت مکمل کی۔ تمام رفقاء نے نماز عصر الہدیٰ مسجد میں ادا کی، جس کے بعد حلقہ سندھ زیریں کے ناظم دعوت عامر خان نے نبی اکرم ﷺ سے تعلق کی بنیادیں اور منہج انقلاب نبوی ﷺ کے مراحل پر خطاب کیا۔ احباب کے لئے مکتبہ بھی لگایا گیا تھا جس سے انہوں نے استفادہ کیا۔ دعوتی کیمپ میں 41 رفقاء اور 75 احباب نے شرکت کی اور اس پروگرام کے لئے 6 بینرز اور 5000 پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔

خطاب جمعہ شجاع الدین شیخ بمقام عالمگیر مسجد نارتھ کراچی:

عالمگیر مسجد کے میں شجاع الدین شیخ نے نبی اکرم ﷺ سے تعلق کی بنیادیں پر گفتگو کی، اور اسوۂ رسول ﷺ اپنانے کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے موجودہ حالات میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے عملی پہلوؤں کو اختیار کرنے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

خطاب جمعہ ڈاکٹر عارف رشید بمقام شادمان مسجد:

شادمان مسجد میں ڈاکٹر عارف رشید نے سورۂ اعراف آیت 157 کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ سے تعلق کی بنیادیں پر گفتگو کی۔

بعد میں شادمان مسجد ٹرسٹ کے ساتھ ایک نشست بھی رکھی گئی، جس میں امیر مقامی تنظیم اور شجاع الدین شیخ بھی شریک ہوئے۔ اس موقع پر مسجد ٹرسٹ نے محترم عارف رشید صاحب کا خطاب جمعہ کے لئے وقت نکالنے پر شکریہ ادا کیا۔ (رپورٹ: عطاء الرحمٰن عارف)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام شب بیداری

29 مارچ 2008ء بروز ہفتہ المیزان پبلک سکول اپر ملکپورہ ایبٹ آباد میں تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام شب بیداری کا انعقاد ہوا۔ بعد نماز عصر پروگرام کا آغاز تعارفی نشست سے ہوا۔ اس کے بعد مقامی امیر تنظیم اسلامی جناب ذوالفقار علی نے سورۃ الحج کے آخری رکوع کا درس دیا، اور دینی ذمہ داریوں کو جامعیت سے بیان کیا۔ بعد نماز مغرب راقم نے ''تعارف تنظیم اسلامی'' نامی کتابچے کے صفحات 66 تا 75 کا مطالعہ کروایا۔

بعد از عشاء مظفر آباد سے 5 رفقاء بھی پروگرام میں شریک ہو گئے۔ محمد سلطان نے مسنون دعاؤں کی فضیلت واہمیت بیان کی۔ بعد ازاں مظفر آباد کے ساتھیوں کے ساتھ تعارفی نشست ہوئی۔ اس کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔ اگلی صبح بعد نماز فجر مسجد الہدیٰ میں امیر ذیلی حلقہ آزاد کشمیر طاہر سلیم نے سورۃ الحاقہ کی آیات 19 تا 37 کا درس دیا۔ 20 کے قریب رفقاء و احباب نے دلجمعی سے ان کا درس سُنا۔ بعد ازاں المیزان سکول میں قاری محمد بشیر نے تجوید کی مشق کروائی۔ ندیم اعوان نے توبہ کی فضیلت واہمیت کے عنوان پر درس حدیث دیا۔ ناشتے کے وقفے کے بعد طاہر سلیم نے دین و مذہب کا فرق، فرائض دینی اور ان کے لوازم اور منہج انقلاب نبوی ﷺ کے موضوعات پر بڑے خوبصورت انداز میں لیکچر دیا۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ جس کے بعد عبدالرحمان نے ''نبی اکرم ﷺ سے تعلق کی بنیادیں'' کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ آخر میں رفقاء نے اپنے تاثرات بیان کیے۔ دُعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ پروگرام میں 18 رفقاء واحباب شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی یہ سعی و جہد اپنے دربار میں قبول ومنظور فرمائے اور اسے ہم سب کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ (مرتب: اسد قیوم)

حلقہ لاہور میں نئے شامل ہونے والے رفقاء سے تعارفی پروگرام

حلقہ لاہور میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کی امیر حلقہ کے ساتھ تعارفی نشست 6 اپریل 2008ء بروز اتوار صبح 10 بجے قرآن اکیڈمی کے خواتین ہال میں ہوئی۔ اس پروگرام میں شمولیت کے لئے ہر رفیق کو نام بنام خطوط لکھے گئے اور بعد میں مقامی امرائے تناظیم کے ذریعے بھی رابطہ کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام سے ہوا۔ یہ سعادت تجمل حسن میر نے حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے ملٹی میڈیا کے ذریعے تنظیم اسلامی کے جھنڈے اور Logo کا تعارف کرایا۔ نیز رجسٹریشن نمبر، ذاتی احتسابی یادداشت، رفقاء کے مطلوبہ اوصاف، پھر حلقہ لاہور میں شامل مقامی تناظیم، منفرد اُسرہ جات اور پاکستان بھر میں حلقہ جات کا تعارف بھی کرایا۔ اس پروگرام کے بعد رفقاء نے نام، تعلیم، پیشہ، رہائش، تنظیم میں شمولیت کب ہوئی اور بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد اور تنظیم سے تعارف کیسے ہوا کے عنوانات کے تحت اپنا تعارف کرایا۔ اس کے بعد امیر حلقہ اور ان کی ٹیم نے تعارف کرایا۔ اس کے بعد حلقہ لاہور کے ناظم بھائی حسن ظہیر نے ملٹی میڈیا کی مدد سے دینی فرائض کا جامع تصور کے عنوان سے پونا گھنٹہ گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ساتھیو ہمارا شعوری مقصد ہی یہ ہونا چاہیے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ اور اس حوالے سے حضور اکرم ﷺ کا اسوہ ہمارے سامنے رہنا چاہیے کہ انہوں نے کس طرح غلبۂ دین حق کے لئے جدوجہد کی۔

اور اس جدوجہد میں اہم ترین بات یہ ہے کہ بھروسہ اور توکل اسباب پر نہ ہو بلکہ توکل اور بھروسہ صرف اللہ ہی پر ہونا چاہیے۔ ہمارا اصل کام اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتے ہوئے اپنے آپ کو کھپا دینا، لگا دینا ہے۔ انہوں نے رفقاء کو ترغیب وتشویق دلاتے ہوئے کہا کہ ایک چھوٹا سا عمل بہت زیادہ علم کے ساتھ عمل نہ ہونے سے بہتر ہے۔ حسن ظہیر بھائی کی گفتگو کے بعد امیر حلقہ نے رفقاء سے اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ آج کی ''مہذب'' دنیا کا امام امریکہ اور یورپ ہیں۔ لیکن وہاں کے معاشروں کے مختلف طبقات ایک دوسرے کے ساتھ محبت نہیں رکھتے بلکہ وہاں نفرت کی فضا میں رہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں جب اللہ کا عطا کردہ نظام خلافت قائم ہوگا تو اخوت اور محبت کے زمزمے بہیں گے اور عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا۔ انہوں نے رفقاء کی توجہ مبتدی تربیت گاہوں کی طرف دلاتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ جلد سے جلد وقت نکال کر تربیت گاہوں میں شرکت کریں، تاکہ آپ پر تنظیم اسلامی کا دینی فکر زیادہ واضح ہو، نیز انہوں نے رفقاء کو ہدایت کی کہ تنظیم اسلامی میں جاری دعوتی مہم ایک رفیق چار احباب کے سلسلے میں اپنے مقامی نظم کے ساتھ مل کر بھرپور انداز میں کام شروع کر دیں۔ امیر حلقہ کے اختتامی کلمات کے بعد اجتماعی کھانے اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: محمد یونس)

اعتبار

یاد رکھو کہ انسان کو کسی راستے پر رہنمائی کر کے لے جانا آسان ہے مگر اس کا راستے پر بزور دھکیل کر لے جانا بہت مشکل ہے۔ تلوار کی نسبت تبسم سے مجبور کرنا اچھا ہے۔ جس کے ساتھ تمہیں معاملہ پڑے، ان پر دیانت داری سے اپنا اعتبار جمانے کی کوشش کرو۔ اکثر اشخاص لیاقت سے نہیں بلکہ محض اخلاق کے زور پر قوت اور اثر پیدا کر لیتے ہیں۔ دوسروں کی جائز خواہشات کا احترام کریں۔ جس شخص سے ہم ملیں وہ محسوس کرے کہ اس کو اس ملاقات سے خوشی حاصل ہوئی ہے اور وہ آئندہ بھی ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے مستعد نظر آئے۔ دنیا کے معاملات میں جذبات کو بہت بڑا دخل ہے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ مہربانی، اخلاق اور مروت سے پیش آیا جائے۔

اسلام: دنیا کا سب سے بڑا مذہب

کیتھولک عیسائیوں کے نمائندے ویٹیکن سٹی نے اعتراف کر لیا ہے کہ اس وقت اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے۔ یاد رہے، عیسائیت کے دو بڑے فرقے ہیں، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ۔ یہ دونوں کئی مذہبی و معاشرتی معاملات میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اسی لیے عیسائیت سے متعلق اعداد و شمار ظاہر کرتے ہوئے انہیں علیحدہ رکھا جاتا ہے۔

حال ہی میں ویٹیکن سٹی نے 2008ء کی اپنی سالانہ کتاب (ائیر بک) شائع کی ہے، جس کے مرتب مونیکو رونیور یو فوریتی ہے۔ اس کتاب کی رو سے دنیا کی آبادی میں 19.2 فیصد مسلمان جبکہ 17.4 فیصد کیتھولک عیسائی ہیں۔ یوں مسلمانوں کی تعداد کیتھولک عیسائیوں سے بڑھ چکی ہے۔

کٹر عیسائیوں نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مذہبی رہنماؤں پر زور دیا ہے کہ تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ کار بڑھائیں۔ دوسری طرف یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ اسلام کی حقانیت غالب آ رہی ہے اور دنیا میں لوگوں کی بڑی تعداد اس کی طرف متوجہ ہے۔

خالدہ ضیاء کے بیٹے کی گرفتاری

بنگلہ دیش کی سابق وزیر اعظم خالدہ ضیا کے بیٹے طارق رحمٰن کو بے ایمانی کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ان پر الزام ہے کہ انہوں نے ناجائز ذرائع سے ساڑھے سات لاکھ ڈالر کی جائیداد جمع کر رکھی ہے۔ طارق رحمٰن گو اپنی ماں کی حکومت میں شامل نہیں تھا مگر اُسے تب ملک کے طاقتور ترین لوگوں میں سے ایک سمجھا جاتا تھا۔

آزادیٔ رائے کی حدود

پچھلے دنوں مصر اور پاکستان نے مل کر اقوام متحدہ کے ادارے، یو این ہیومن رائٹس کونسل میں یہ قرار داد پیش کی کہ ان افراد کے خلاف سخت رویہ اپنایا جائے جو آزادیٔ رائے کی آڑ میں مذہبی اور نسلی نفرت پھیلاتے ہیں۔ یہ قرار داد کونسل کے 47 ارکان میں سے 32 نے منظور کر لی۔ اس کی مخالفت میں کوئی ووٹ نہیں پڑا۔ اب کونسل نے آزادیٔ رائے کے سلسلے میں اپنے وکیل، کینیا کے اسمی لیگابو کو حکم دیا ہے کہ وہ دیکھے، کہاں کہاں اور کیونکر آزادیٔ رائے کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔

اس اجلاس میں رائے شماری کے وقت یورپی ممالک اور ان کے ہم نوا غیر حاضر رہے۔ قرار داد کی حمایت میں تمام اسلامی ممالک اور کچھ افریقی ملکوں نے ووٹ ڈالے۔ امریکا، کینیڈا اور یورپی ممالک کے نمائندوں نے بعد ازاں کہا کہ آزادیٔ رائے کی حدود متعین کرنے سے آمروں کو یہ موقع مل جائے گا کہ وہ من مانے نظریات کا پروپیگنڈا کر سکیں۔

امت مسلمہ کی طرف سے تقریر کرتے ہوئے اقوام متحدہ میں پاکستانی نمائندے مسعود خان نے کہا کہ اسلامی ممالک آزادیٔ رائے کو محدود کرنے کا کوئی پروگرام نہیں رکھتے، ہماری صرف یہ خواہش ہے کہ اُسے ذمے دار بنا دیا جائے

کوسوو کا نیا آئین منظور

یورپ کے نئے مسلمان ملک کوسوو کا نیا آئین یورپی یونین نے منظور کر لیا ہے۔ یورپی یونین کے مطابق یہ اقلیتوں کے حقوق کو بخوبی تحفظ دیتا ہے۔ نیز اس میں تمام معاشرتی طبقوں کے حقوق بھی محفوظ ہیں۔ یہ آئین اب عنقریب کوسوو پارلیمنٹ منظور کرے گی۔ یہ 15 جون کو لاگو ہو گا جب کوسووین حکومت باضابطہ طور پر ملک کا نظام سنبھالے گی۔ فی الحال ملک کا نظم و نسق اقوام متحدہ کا مشن چلا رہا ہے۔ یاد رہے، یہ نیا آئین یورپی یونین کے معیار پر پورا نہ اترتا، تو وہ اُسے مسترد کرنے کا حق رکھتی تھی۔ اب بھی اقوام متحدہ کا مشن کوسوو حکومت کے ان اقدامات کو ویٹو کر سکتا ہے جو اُسے قابل قبول نہ ہوں۔

یاد رہے، مشن نے 1999ء سے کوسوو کا انتظام سنبھالا ہوا ہے۔ پچھلے سال اقوام متحدہ کی زیر نگرانی سربیا اور کوسوو کے رہنماؤں نے مذاکرات کیے تاکہ کوئی تصفیہ ہو سکے۔ یہ مذاکرات فن لینڈ کے سابق صدر مارتی اہتاساری کی نگرانی میں ہوئے۔ اہتاساری نے پھر یہ رپورٹ دی کہ حقائق کی روشنی میں کوسوو کو آزاد ملک بننا چاہیے۔ یہ رپورٹ سربیا اور روس نے مسترد کر دی، مگر امریکہ اور بیشتر یورپی ممالک نے قبول کر لی۔ انہوں نے پھر کوسوو میں دو ہزار سپاہی، جج اور مشیر بھجوا دیے تاکہ وہ آزادی کی راہ میں رکاوٹیں دور کر سکیں۔ یوں آزاد کوسوو کے قیام کی راہیں ہموار ہوتی گئیں۔ اب سربیا اور روس جو مرضی کر لیں، ان شاء اللہ یہ اسلامی ملک قائم و دائم رہے گا۔

ایران ایٹم بم بنا رہا ہے

امریکہ کے خفیہ ادارے سی آئی اے کے سربراہ مائیکل ہائیڈن نے دعویٰ کیا ہے کہ ایرانی اپنے ایٹمی منصوبے کے ذریعے ایٹم بم بنانا چاہتے ہیں۔ شاید اسی لیے امریکی ایران کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ وہ یورینیم کی افزودگی روک دے۔ مگر ایرانی صدر، احمدی نژاد نے پھر تازہ بیان میں کہا ہے کہ ایران ہرگز یورینیم کی افزودگی کا کام نہیں روکے گا۔

مجھے اپنی نشست چاہیے: ملالائی جویا

2005ء میں افغانستان کے صوبہ فرح سے منتخب ہونے والی رکن اسمبلی ملالائی جویا نے پارلیمان کو ایسا اصطبل قرار دیا تھا جو جانوروں سے بھرا پڑا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ ارکان کی اکثریت جنگی مجرم یا منشیات فروش ہے۔ اس پر ارکان اسمبلی نے شدید ہنگامہ مچایا اور اُسے پارلیمان سے نکلوا دیا۔

اب ملالائی جویا نے اپنے وکیل کے توسط سے سپریم کورٹ آف افغانستان میں یہ اپیل دائر کی ہے کہ ارکان اسمبلی آئینی طور پر اُسے پارلیمنٹ سے نکلوانے کا استحقاق نہیں رکھتے، لہٰذا اس کی رکنیت بحال کی جائے۔ جویا کا مزید کہنا ہے "میرے حلقے کے لوگ اس بات پر ناراض ہیں کہ ارکان اسمبلی کو جانور کہہ کر جانوروں کی توہین کیوں کی گئی؟" اُسے یقین ہے کہ سپریم کورٹ اس کے حق میں فیصلہ کرے گی۔

بداوی مستعفی ہو جائیں: مہاتیر محمد

ملائیشیا کے سابق وزیر اعظم اور مسلم رہنما مہاتیر محمد نے وزیر اعظم عبداللہ بداوی پر زور دیا ہے کہ وہ اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیں۔ وہ اس اجلاس میں شریک تھے جو حالیہ انتخابات میں امنو (یونائیٹڈ ملائیز نیشنل آرگنائزیشن) کی شکست کے اسباب کا جائزہ لینے کے سلسلے میں منعقد ہوا تھا۔ اجلاس میں امنو کے دو ہزار نمائندے شریک ہوئے۔

مہاتیر محمد نے اپنے خطاب میں کہا "انتخابات میں زبردست زک اٹھانے کے بعد اگر کوئی اور ہوتا تو مستعفی ہو جاتا مگر عبداللہ بداوی کو بالکل شرم نہیں آتی۔" انہوں نے کہا کہ بداوی کو اس لیے شکست ہوئی کہ انہوں نے عوام کی خواہشات پر دھیان نہیں دیا۔

.T/ Regd. No. LRL -50 No.15

eekly Nida-e-Khilafat Lahore

ew Point

By SUSAN BRYCE

Global Manipulators Move Beyond Petroleum

Saudis have a saying "My r rode a camel, I drive a car, son rides in a jet airplane – his will ride a camel."

uly this year BP Amoco, the ld's second largest oil pany, announced it had chosen ower as its new emblem in a matic upheaval of the oil ltinational's global brand. veiling the new emblem, Sir n Browne, BP chief executive, ggested that "BP" be read not as itish Petroleum, but as "Beyond troleum".

e new green and yellow floral nburst design distances BP from core business of hydrocarbons. eplacing the company's ancient ield is the BP Helios mark, med after the Greek sun god. The w logo was designed by nsultants Landor, who pocketed US$7 million fee for their rvices. TV advertisements are rrently screening in Europe and ternational media stations omoting BP as the company ing "Beyond Petroleum". In the K, one hundred million dollars r year has been allocated over ur years for BP's television dvertising campaign focusing on newable energies.

leanwhile Shell, another ydrocarbon giant has been cenario planning' and has nnounced that "gas and newables could meet almost 50% f the fuel requirements for power eneration in Organisation for conomic Cooperation and evelopment (OECD) countries by 020." In 1999 the company stablished Shell Hydrogen as a ore business to develop pportunities related to hydrogen fuel cells and the company is pouring billions into research and development of solar, wind and biomass energies. Like BP, Shell is running a series of television advertisements telling the world about petroleum alternatives.

In a related development, the Ford motor company announced in October 2000 that the internal combustion engine would be replaced by hydrogen fuel cells 'soon'. Ford is one of three major automobile companies that have committed to providing mass produced hydrogen fueled cars by 2004.

So what's going on? If you listen to the propaganda, the oil and car companies are just responding to 'consumer demand' for environmentally friendly alternatives. But how many car owners have you heard lately demanding 'clean and green fuel'? How many car owners do you know that are demanding cars that run on hydrogen fuel cells? Only a decade ago, inventors that said cars could run on hydrogen fuel cells were laughed out of town!

Has climate change spooked the major fossil fuel polluters into doing something positive for the environment? Do the oil companies want to capture a bigger slice of the energy market, hence their interest in renewables? Have they suddenly decided to take 'corporate responsibility'? The answer to all of the above is a cynical 'yes'. But there is one other overriding factor which has forced the global oil companies to look 'beyond petroleum'.

Oil is a finite resource. The cup that the world presumed to be running over with oil has been revealed to be half full. "Beyond Petroleum" signals the beginning of the end for hydrocarbon man. We are entering the post-petroleum world.

In the closing years of the 20th century, technological advances enabled petroleum geologists to accurately estimate the reserves of oil worldwide. The entire globe has now been explored for oil and natural gas. In the mid 1990s confident forecasts regarding ultimate oil and natural gas production, the timing of production peaks and subsequent rates of decline, were made. The conclusion reached was that oil production would peak in the first decade of 2000. A 'production peak' occurs when approximately half of the "Estimated Ultimately Recoverable" (EUR) oil has been recovered. From then on, it's all down hill. Demand will exceed supply.

The present phase of petroleum exploration began with introduction of 3-D digital seismic methods in the late 1970s. This technical refinement coincided with the Iran-Iraq war and the accompanying 1980 oil price surge that produced a global public energy panic. A worldwide exploration boom followed immediately to find oil anywhere outside the Persian Gulf. But despite intense efforts by all of the world's oil companies, only a few major oil fields were unearthed. The world now uses about 26 billion barrels of oil a year, but in new field discoveries, oil companies are finding the equivalent of less than 6 billion barrels per year.

(Continued)